تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت، رہبر شریعت، قاطع بدعت، مفسر قرآن، مبلغ اسلام

حضرت علامہ حضور باباجی پیر ابو النصر

منظور احمد شاہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 20

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ______ تفسیر نورُ القرآن (پارہ نمبر 20)

مصنف ______ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ ______ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ ______ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ ______ حافظ محمد سجاد فریدی، مدرس جامعہ فریدیہ

طباعت ______ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت ______ مارچ 2012ء

ناشر ______ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685,4466985

وتمت بالخیر

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا
بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ
لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ
جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ
اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ
الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

صدق اللہ العظیم

(بتاؤ) آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمانوں سے پانی کس نے اُتارا، تو ہم نے اس سے بارونق باغات اُگائے تم میں یہ طاقت نہ تھی کہ تم ان (باغات) کے درخت اُگاتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے (نہیں) بلکہ وہ لوگ سیدھی راہ سے تجاوز کررہے ہیں (۶۰) (بتاؤ) کس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں دریا چلائے اور زمین کو برقرار رکھنے کیلئے مضبوط پہاڑ بنا دئے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ پیدا کردی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے (۶۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مشرکین سے سوال تھا کہ بتاؤ بہتر کون ہے؟ اب سوال فرمایا جارہا ہے، بتاؤ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ بتاؤ وہ کون ہے جس نے آسمانوں سے پانی اُتارا اور اس سے حسین باغات اُگائے، مشرکین سے فرمایا گیا تمہاری طاقت تو نہ تھی کہ اُن باغات کے درخت اُگا سکتے۔ اب سوچو بتاؤ کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے؟ ہرگز نہیں تم ایسے لوگ ہو جو سیدھی راہ سے ہٹ رہے ہو پھر سوال کیا گیا ہے، بتاؤ زمین کو کس نے بنایا، کس نے ٹھہرایا؟ کس نے اس میں نہریں جاری کیں اور کس نے زمین

کیلئے پہاڑوں کولنگر بنادیا اور کس نے دو سمندروں کے درمیان آڑ بنادی؟ بتاؤ کوئی اور خدا ہے؟ اکثر لوگ بےعلم ہیں، بتاؤ یہ سب کچھ کس کی قدرت وحکمت کی جلوہ نمائی ہے کیا کوئی اور خدا ہے جس کو تم شریک کار بنا سکو جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کسی کو معبود کیوں بناتے ہو؟ کہا اس سے بڑی حماقت کوئی اور بھی ہوسکتی ہے، میٹھے اور کھاری پانی کے ذخیرے اسی زمین میں موجود ہیں مگر باہم خلط ملط نہیں ہوتے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ سمندر میں دو قسم کی لہریں ہیں ایک میٹھے کی اور ایک کھاری کی مگر ملتی نہیں۔

اسی قسم کے سوالات قرآن مقدس کے کئی دوسرے مقامات سے بھی ملتے ہیں۔ سورۃ العنکبوت آیہ نمبر ۶۳ میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، آپ پوچھئے رزق کون دیتا ہے؟ تو کہیں گے کہ اللہ، سورۃ الزخرف آیہ ۸۷ میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے، ''اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان سے پانی اُتار کر مردہ زمین کو حیات کون بخشتا ہے تو جواب یہی ہوگا، اللہ'' دنیا بھر کے مشرکین مانتے ہیں کہ کائنات کا خالق اور چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لئے قرآن مقدس کے اس سوال کا جواب کوئی بھی ہٹ دھرم متعصب مشرک یہ نہیں دے سکتا کہ ہمارے معبود خدا کے ساتھ ان کاموں میں شریک ہیں اگر کوئی یہ کہتا ہے تو اس کے گروپ کے مشرکین کے ہزاروں بندے اُسے جھٹلا دیں گے اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ

(بتاؤ) جب بےقرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو کون قبول کرتا ہے؟ اور کون تکلیف دور کرتا ہے؟ اور تم کو زمین پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو (۶۲) (بتاؤ) وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں

الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾
اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

صدق اللہ العظیم

میں راہ دکھاتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ اُن سے بہت بلند ہے جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (۶۳) (بتاؤ) وہ کون ہے جو آغاز کرتا ہے آفرینش کا پھر دوبارہ پیدا کرے گا اُسے اور کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے کیا کوئی اور خدا ہے اللہ کے ساتھ آپ کہہ دیجئے اے مشرکو! کوئی دلیل پیش کرو اگر سچے ہو (۶۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مشرکین سے چند ایک سوالات فرمائے گئے کہ وہ غور کریں تو ایک خدا وحدہٗ لا شریک کی عبادت پر پکے ہو جائیں۔ اس آیہ کریمہ میں بھی یہی سوالیہ انداز ہے بتاؤ جب بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اسکی دعا کو قبول کون کرتا ہے؟

فرمایا گیا اس کی مصیبت ٹالتا کون ہے؟ مشرکین خود بھی اسی بات کو مانتے تھے مصیبت کو ٹالنے والا حقیقت میں اللہ ہی ہے۔ قرآن مقدس نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہو تو خدا سے ہی فریاد کرتے ہو مگر جب وقت ٹل جاتا ہے تو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو، بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کہ نسل بعد نسل تم وارث بنے جاتے ہو یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ تمہیں زمین میں فرمانروائی کے اختیارات عطا کرتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے جو یہ کام کرتا ہے

تم لوگ سوچ وفکر سے کام نہیں لیتے۔ پھر فرمایا بتاؤ تمہیں رات کے اندھیروں میں راستہ کون بتاتا ہے، اُس نے تمہاری راہنمائی کیلئے بحر و بر میں ستاروں کے طلوع وغروب، چاند سورج کے آنے جانے سے راہیں بتادیں، ان کی مدد سے سمتیں مقرر کردی۔ سورۂ نحل شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، ''وباالنجم هم يهتدون''

پھر ایک اور سوال فرمایا جارہا ہے بتاؤ وہ کون ہے جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا یہ کام کرتا ہے وہ اللہ بہت بلند وبالا ہے، اس شرک سے جو لوگ کررہے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں پھر ایک اور طرف توجہ دلائی جارہی ہے بتاؤ وہ کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرے گا، اللہ کو خالق تو مانتے تھے مگر وقوع قیامت کے قائل نہ تھے انہیں فرمایا جارہا ہے جو شروع میں پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اعادہ کیوں نہیں کرسکتا؟ پہلی مرتبہ کام کرنے سے دوسری مرتبہ تو بہت آسان ہوتا ہے۔ ''مضطر'' وہ بندہ ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو، اس کی دعا اخلاص کی بناء پر ضرور قبول ہوتی ہے۔ ابوذر سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہو۔ (قرطبی)

اورآسمانوں زمین سے تمہیں رزق کون دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (حصہ دار ہے) محبوب! (ﷺ) آپ کہہ دیجئے اے مشرکین اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ اپنے تمام کمالات میں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر کسی کو شریک ٹھہرانا کس قدر بڑی حماقت ہے۔

وَصلّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِـهٖ بِعَدَدِ خَلْقِـهٖ

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا (۶۵) کیا ان کو آخرت کا علم ہو گیا (نہیں) بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں ہیں بلکہ وہ آخرت کے متعلق اندھے (جاہل) ہیں (٦٦)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ کی کئی صفات کا ذکر ہوا، بے قرار کی فریاد سنتا ہے، تکالیف دور کرتا ہے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے ہوائیں بھیجتا ہے آسمانوں زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں اس کی صفت علم کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بتایا جا رہا ہے جیسے اس کی بیان کردہ صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ایسے ہی اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، مسئلہ علم غیب ذرا سے غور وفکر سے حل ہو جاتا ہے، قیامت، جنت، دوزخ، حشر، نشر یہ سارے معاملات عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور حضورﷺ نے واضح فرما دیئے ہیں، ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان غیبی اُمور کی اطلاع رسول اللہﷺ کو دی ہے لہذا جن آیات مبارکہ میں اللہ کے بغیر کسی کو بھی علم غیب کی نفی ملتی ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے بتائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا، اس نظریہ کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے "عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول "اللہ تعالیٰ غیب کے جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

ہزاروں احادیث مبارکہ سے حضورﷺ کا اُمور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رب تعالیٰ غیب کا علم کسی کو دیتا بھی نہیں، اوپر بیان کی گئی آیہ پاک سے ثابت ہے کہ

پسندیدہ رسولوں کو دیتا ہے۔ علم عقل فکر کا تقاضا یہی ہے کہ علم غیب کی نفی اور اثبات کی آیات، احادیث دونوں پر عمل ہو۔ اور وہ اسی طرح ہی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی عطاء کے بغیر کسی کو علم غیب نہیں جو بھی واقعات و دلائل اثبات کے ملتے ہیں وہ عطا ہی سے ہے، اگلی آیہ پاک میں وقوع قیامت کا ذکر ہے۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ سے پوچھا جس قیامت سے آپ ہمیں صبح وشام ڈراتے ہیں، وہ آئے گی کب تو فرمایا وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ انہیں کب اُٹھایا جائے گا بلکہ ان کا علم آخرت کے متعلق گم ہو گیا ہے، بلکہ اس معاملہ میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں بلکہ اندھے ہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾

اور کافروں نے کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا (۶۷) بے شک پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے یہ وعدہ کیا گیا تھا یہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۶۸) آپ کہیئے کہ تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا (۶۹) آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور ان کی سازشوں سے تنگ دل نہ ہوں (۷۰) اور یہ کافر کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو (۷۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کفار آخرت کے بارہ میں شک میں مبتلا ہیں، اس آیہ مبارکہ میں کفار کے انکار کی ایک اور بات فرمائی گئی ہے اُنہوں نے کہا جس قیامت کا ڈر ہمیں سنایا جارہا ہے کوئی نئی بات تو ہے نہیں، ہمارے باپ دادا کو بھی اسی قسم کی دھمکیاں دی جاتی تھیں، عرصہ گزر گیا قیامت آئی تو نہ دلیل کے طور پر کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیسے نکالا جائے گا، ہمارے باپ دادا سے بھی ایسے وعدے کئے گئے تھے یہ باتیں محض من گھڑت ہیں، قیامت کا وجود نہیں کفار یہ بات بھول گئے جو اللہ تعالیٰ نئے سرے سے وجود بنانے پر قادر ہے وہ اسی وجود کو مٹی ہونے کے بعد بنانے پر کیوں قادر نہیں حالانکہ چیز کا دوسری بار بنانا پہلے سے آسان ہوتا ہے۔

اے محبوب کریم ! آپ ان منکرین قیامت سے فرمائیں کہ جاؤ زمین کی سیر و سیاحت کرو پھر اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ پہلی قومیں جو انبیاء کا انکار کرتی رہیں ان کا انجام کیا ہوا۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ غمزدہ نہ ہوں اور ان کے مکر و فریب سے دل تنگ بھی نہ ہوں کفار آپ سے پوچھتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو بتاؤ قیامت کب قائم ہوگی۔

کفار کو دنیا میں چل پھر کر پہلی قوموں کے حالات کا جائزہ لینے کا ارشاد دلیل ہے کہ قیامت ہوگی پہلی قومیں نہ مان کر برباد ہوگئیں وہ اپنی اخلاقی تباہی سے مٹ گئیں ان پر عذاب نازل ہوا، کفار کو چاہیئے کہ پہلی تاریخ سے سبق حاصل کریں کہ انبیاء کی مخالفت کر کے قیامت کا انکار کر کے بالآخر برباد ہوئیں اور اللہ کے قانونِ مکافات نے اپنا کام کیا، اللہ کے عذاب کا انکار کرنے والوں کو چاہیئے کہ شام، حجاز، یمن کے علاقوں کو دیکھیں، عاد و ثمود کے شہروں کی تباہی پر نظر کریں۔

اب حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب ! آپ ان کی ضد ہٹ دھرمی سے تنگ دل نہ ہوں، آپ نے تو انہیں سمجھانے کا حق ادا کر دیا، آپ پریشان نہ ہوں یہ لوگ حق سے مقابلہ کیلئے گھٹیا درجہ کی چالیں چل رہے

ہیں، آپ مطمئن رہیں آپ کے ساتھ اللہ کی طاقت ہے آپ کا انکار کر کے یہ اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ بڑھکیں مار رہے ہیں، سچے ہو تو قیامت لاؤ یہ بالآخر ناکام ہوں گے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

(محبوب) آپ کہہ دیجئے جس چیز کو تم جلد طلب کرتے ہو، ہوسکتا ہے وہ تمہارے ساتھ لگ چکی ہو (۷۲) اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے (۷۳) اور بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے جن کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں (۷۴) اور زمین و آسمان کی جو چیز بھی چھپی ہوئی ہے وہ روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے (۷۵) بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اُن بہ کثرت چیزوں کو بیان کر دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (۷۶) اور بے شک یہ قرآن مومنین کیلئے ضرور ہدایت اور رحمت ہے (۷۷)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

کفار کہتے تھے جس عذاب کی خبر دیتے ہو وہ آئے گا کب؟ آپ کہہ دیجئے وہ تمہارے قریب آپہنچا ہے، ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو سوار کے پیچھے بیٹھتا ہے چونکہ وہ سوار کے قریب ہے، آیہ کریمہ میں

''ردف'' کا مفہوم بھی یہ ہوگا کہ عذاب تمہارے قریب ایسے ہے جیسے سوار کے پیچھے بیٹھنے والا سوار کے قریب ہوتا ہے، جنگ بدر میں شکست، رسوائی، اس عذاب کا آغاز ہوگا۔ پھر یہ عذاب موت کے بعد ہوگا کفار مرتے ہی اس عذاب کا حصہ پالیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی تھی، ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے مگر لوگ شکرادا نہیں کرتے، اس فضل میں مومن کافر دونوں شریک ہیں، کافر پر فضل کی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا ہے۔

اس کے بعد ایک اور فضل وکرم کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے مخفی معاملات کو جانتا ہے وہ اپنے برے کاموں کو تو چھپاتے تھے مگر عذاب کیلئے بہت جلدی کرتے تھے، اس کے بعد فرمایا زمین وآسمان کی ہر چھپی شئی لوح محفوظ میں درج ہے، قرآن حکیم کی عظمت کو بیان فرمایا گیا کہ قرآن مقدس بنی اسرائیل کے سامنے بہت چیزوں کو واضح کر دیتا ہے، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بے شک قرآن مقدس ایمانداروں کیلئے رحمت ہے اور ہدایت ہے، محبوب پاک سے فرمایا محبوب (ﷺ) آپ کا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا وہ بہت غالب ہے علم والا ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ قرآن بنی اسرائیل کے اختلافات کو کھول کر بیان کر دیتا ہے چونکہ قرآن پاک کا مخبر صادق ہونا ناقابل اِنکار ہے، یہاں تک کہ علماء بنی اسرائیل جن مسائل میں اختلافات رکھتے تھے قرآن حکیم نے ان مسائل میں محاکمہ کر کے صحیح فیصلوں کی ہدایت فرمائی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ علماء کے اختلافات میں فیصلہ کرنے والا سب علماء سے زیادہ اعلم واعلیٰ ہوگا۔ یہود ونصاریٰ کے آپس میں اختلافات بہت واضح ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں عیسائیوں کے کئی گروہ ایک دوسرے کے خلاف کہتے ہیں، قرآن حکیم نے اُنہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا، اگرچہ قرآن مقدس پوری کائنات کیلئے ہدایت ہے رحمت ہے مگر ایمانداروں کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے فائدہ اٹھانے والے ایماندار ہی ہیں۔ بارش رحمت خداوندی ہے مگر فائدہ وہی زمین اُٹھاتی ہے جو شور نہ ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

بے شک آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہ بہت غالب بہت علم والا ہے (۷۸) سو آپ اللہ پر بھروسہ کریں بے شک آپ واضح حق پر ہیں (۷۹) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سناتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں (۸۰) اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (ازخود) ہدایت دینے والے ہیں آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہی مسلمان ہیں (۸۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ قرآن مقدس بنی اسرائیل کے سامنے بکثرت ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بنی اسرائیل کے اختلافات، عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے بارہ میں اس میں بھی اختلاف تھا کہ مرنے کے بعد جسموں کو اکٹھا کیا جائے گا یا صرف روحوں کو جمع کیا جائے گا۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا آپ کا رب اختلاف کرنے والے بنو اسرائیل کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا وہ برحق فیصلہ کرنے والا ہے اور غالب ہے، اس کے فیصلہ کو کوئی مسترد نہیں کر سکتا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے، آپ واضح حق پر ہیں، اُن کی دشمنی کی پرواہ نہ کریں توکل کی وجہ بھی بیان فرما دی گئی کہ آپ کا مؤقف ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔ آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا، آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سناتے ہیں، اس آیہ پاک میں کفار کو مردہ فرمایا گیا

جیسے مردوں سے کسی کام کرنے کی اُمید نہیں ہوتی، اسی طرح کفار سے ایمان لانے کی اُمید بھی نہیں جیسے مُردے کسی چیز سے نفع نہیں اُٹھا سکتے، ایسے ہی کفار بھی آپ کی تبلیغ سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے، کفار لوگوں کی باتیں سنتے تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بہرا فرمایا کہ خدا کی دی ہوئی قوت سماعت سے وہ اصل فائدہ نہیں اُٹھا رہے کہ دین کی بات سنیں اس پر عمل کریں دنیا بھر کی باتیں سننے کے باوجود انہیں بہرا فرمایا گیا کہ توحید و نبوت کے ارشادات سننے سے بہرے ہیں، رہا مُردوں کا قبر میں سننا تو اس ضمن میں واضح دلائل ملتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابو زید نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں قبرستان سے گزرتا ہوں جب ان سے گزروں تو بات کرلیا کروں فرمایا کہو، " السّلام علیکم یا اھل القبور " معلوم ہوا وہ سنتے ہیں تبھی تو سلام کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث پاک سے ارشاد ملتا ہے جب بندے کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس ہوتے ہیں تو صاحب قبران کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے اگلے حصے میں فرمایا گیا آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے نہیں معنیٰ یہ ہے آپ از خود ہدایت دینے والے نہیں، جس کیلئے اللہ ہدایت پیدا کرتا ہے وہ آپ کی تبلیغ سے ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور جس کیلئے اللہ ہدایت پیدا نہیں کرتا وہ آپ کی تبلیغ سے ہدایت حاصل نہیں کرتا۔ آپ صرف ایسے لوگوں کو ہی سنا سکتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان لائیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلقِهٖ

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۸۲﴾

اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہو جائے گا تو ہم اُن کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے (۸۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

قول واقع ہونے سے مراد جب قیامت قریب آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے، جانور سے مراد ''دابۃ الارض'' کا نکلنا ہے، قیامت کی نشانیوں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دابۃ الارض نکلے گا۔ حدیث پاک میں اور نشانیوں کا ذکر بھی ملتا ہے، مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، وہ نشانیاں یہ ہیں، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں کا پھیلنا، دابۃ الارض کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا، دجال کا آنا، ایک آگ جو قعر عدن سے نکلے گی اور سب لوگوں کو میدان حشر کی طرف پہنچائے گی، تین خسوف ایک مغرب میں دوسرا مشرق میں تیسرا جزیرۃ العرب میں ہوگا، یہ جانور دابۃ الارض عام جانوروں کی طرح پیدا نہیں ہوگا بلکہ اچانک زمین سے نکلے گا اس کے نکلنے کے بعد بہت جلد قیامت قائم ہو جائے گی۔ یہ جانور پھر ساری دنیا میں پھرے گا یہ کافر مومن کو پہچانے گا اور ان سے کلام کرے گا اور کہے گا بہت سے لوگ ہماری آیتوں پر آج سے پہلے یقین نہیں رکھتے تھے اب وقت آگیا ہے کہ یقین ہو جائے مگر اس وقت ایمان و یقین معتبر نہیں ہوگا۔

شیخ جلال الدین محلی فرماتے ہیں دابۃ الارض کے خروج کے وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام منقطع ہو جائیں گے اس کے بعد کوئی کافر اسلام قبول نہیں کرے گا یہ مسلم بن حجاج نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے، حضورﷺ نے فرمایا قیامت کی آخری علامات سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے پھر دابۃ الارض نکلے گا۔ (ابن کثیر)

قول واقع ہونے کی تفسیر میں بہت سے اقوال ملتے ہیں ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب ان پر ہمارا غضب واقع ہو جائے گا، ایک معنیٰ یہ کیا گیا ہے جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، سیدنا عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں قول واقع ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ جب لوگ نیکی کا حکم نہیں دیں گے اور برائی سے

نہیں روکیں گے تو ان پر اللہ کا غضب لازم ہو جائے گا، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ علم کے ختم ہونے اور قرآن کے اُٹھ جانے سے اللہ کا قول واضع ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ قول اس وقت واقع ہوگا جب لوگ زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیوں میں کھو جائیں گے اور قرآن مجید کو بھول جائیں گے، اس وقت ان پر اللہ کا قول واقع ہو جائے گا۔ دابۃ الارض کے بارہ میں مختلف روایات ملتی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝٨٣ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٨٤ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝٨٥ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٨٦

صدق اللہ العظیم

اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے لوگوں کے ایک گروہ کو جمع کریں گے اور ان لوگوں کو الگ کر لیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے (۸۳) حتی کہ جب وہ آجائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا، حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا اگر یہ بات نہیں تو پھر تم کیا کرتے رہے تھے (۸۴) اور ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر قول (عذاب) واقع ہو چکا ہو اب وہ کچھ نہیں بولیں گے (۸۵) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے رات اُن کے آرام کرنے کیلئے بنائی اور دن کو ہم نے (کام کرنے کیلئے) روشن بنایا بیشک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۸۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قیامت کی نشانی دابۃ الارض کے نکلنے کا ذکر ہے کہ وہ کفار سے کلام کرے گا بے شک لوگ ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے تھے، اس آیہ پاک میں حشر کے دن کفار کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کا ذکر ہے اب حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! قوم کو وہ وقت یاد دلاؤ جب ہم تمام انبیاء کی امتوں سے ان گروہوں کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے، جب وہ جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا، توحید پر دیئے گئے دلائل کو نہ مانا تھا حالانکہ تم نے دلائل کے ساتھ ان آیات کے باطل ہونے کو نہیں جانا تھا۔ تم اپنی جہالت سے ہی ان کا انکار کرتے رہے، جب تم نے اُس بات پر غور ہی نہیں کیا تو کرتے کیا رہے تھے۔ جب ان پر عذاب واقع ہو جائے گا تو وہ کوئی بات نہ کرسکیں گے نہ کوئی ان کا عذر قبول ہوگا اور نہ کوئی دلیل ہوگی، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی، کسی قسم کی کوئی بات نہ کرسکیں گے۔

ہمارے نشانات قدرت سے دو نشانیاں تو ایسی واضح تھیں جن کا ہر وقت مشاہدہ کر رہے تھے اور یہ دو نشانیاں کسی بھی اندھے بہرے گونگے سے چھپی نہیں، رات ان کے آرام کیلئے بنائی اور دن کو روشن کیا تھا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے، کام کاج کرتے انہوں نے یہ نہ سوچا کہ قادر مطلق نے ان کیلئے (کیسا حکیمانہ نظام قائم کیا ہے یہ نظام کسی ایسے مدبر وخالق کا ہی ہوسکتا ہے جو زمین چاند سورج پر حکمرانی کر رہا ہو، وہ قدرت کے اس عظیم انعام کو سمجھ نہ پائے، ہمارے اس نظام میں ایمانداروں کیلئے نشانات ہیں۔

اس آیہ پاک میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن اور دن کو رات میں بدل دیتا ہے، نور کو ظلمت میں اور اندھیرے کو نور میں ڈھال دیتا ہے۔ اس آیہ پاک میں یہ بھی دلیل ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں بدل دیتا ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ حیات کو موت میں اور موت کو حیات میں بدل دے یہ نشانات تو

سبھی کیلئے ہیں مگر فرمایا یہ گیا ہے کہ ایمانداروں کیلئے ہیں وہ اس لئے کہ ان نشانات سے فائدہ محض مومن ہی اُٹھاتے ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۗ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۗ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۗ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾

صدق اللہ العظیم

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمین والے گھبرا جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے اور سب کے سب اس کے سامنے عاجزی سے حاضر ہوں گے (۸۷) تو اس دن پہاڑوں کو ایسی جگہ جما ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے یہ اللہ کی صفت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے بے شک وہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے (۸۸) جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کیلئے نیکی سے اچھی جزا ہے اور وہ لوگ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے (۸۹)

تفسیر

اس سے پہلے فرمایا گیا جس دن ہم ہر اُمت سے ایک گروہ اکٹھا کریں گے اس آیہ پاک میں اسی قیامت کے دن کی ایک صورت بیان فرمائی جا رہی ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان میں ہر کوئی گھبرا جائے گا ہر سمت خوف طاری ہوگا، البتہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو مطمئن ہوں گے انہیں کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ انبیاء ملائکہ اور

شہداء ہوں گے،صور پھونکے جانے کے سلسلہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلا نفخہ فزع ہوگا جس سے سب پریشانی میں مبتلا ہوجائیں گے اور دوسرا نفخہ "صعق" ہوگا جس سے سب مرجائیں گے اور تیسرا نفخہ نفخہ حشر ہوگا جس سے سب مردے زندہ ہوجائیں گے مگر قرطبی اور ابن کثیر نے کہا کی ثبوت دو ہی نفخوں کا ملتا ہے۔ابن مبارک نے روایت کی حضور ﷺ نے فرمایا دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔(قرطبی)

الا ماشاء اللہ کے استثناء کے بارہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملتی ہے کہ اس دن گھبراہٹ سے بچنے والے شہداء ہوں گے،سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شہداء ہیں جو حشر کے وقت اپنی تلواریں باندھیں عرش کے گرد جمع ہوں گے۔حضرت قشیری کہتے ہیں اس دن گھبراہٹ سے بچنے والوں میں انبیاء علیہم السلام بدرجہ اولیٰ داخل ہیں کہ انہیں مقام شہادت بھی حاصل ہے اور مقام نبوت بھی اس دن کی دوسری صورت یہ فرمائی گئی کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر اس طرح چلیں گے جیسے بادل کو دیکھنے والا اس کو اپنی جگہ جما ہوا سمجھتا ہے حالانکہ وہ تیزی سے چل رہا ہے۔

اُس دن پہاڑوں کے منظر کو قرآن مقدس نے کئی صورتوں میں بیان فرمایا ہے ایک مقام اس طرح ذکر ہے کہ "وتکون الجبال کالعهن المنفوش" اس دن دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے۔ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا گیا "وبسّت الجبال بسا" وہ ریزہ ریزہ ہوکر پھیل جائیں گے۔ایک مقام پر یہ حال بھی بیان فرمایا گیا" فکانت هباء منبثّا" یہ پہاڑ جو ریزہ ریزہ ہوکر غبار کی طرح زمین پر پھیل گئے ہیں ان کو ہوائیں اوپر اٹھالے جائیں گی۔پھر فرمایا گیا پہاڑوں کا مختلف صورتیں اختیار کرنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں کہ یہ صنعت اللہ رب العزۃ کی ہے جس کی قدرت میں سب کچھ ہے۔

آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں فرمایا جو کوئی نیکی لے کر آیا تو اس کو اس سے بہتر ملے گا اور وہ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوگا، حسنہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے یا اخلاص ہے یا مطلق اطاعت ہے، قیامت کا

دن مقبولین بارگاہ کیلئے مسرتوں کا دن ہوگا وہ پریشان وہراساں نہیں ہوں گے۔

وَصلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیّدنا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ بعددِ خلقہٖ

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۖ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

صدق اللہ العظیم

اور جو برائی لے کر آیا تو اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور تم کو ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے (۹۰) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداری میں رہوں (۹۱) اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں جس نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدے کیلئے ہدایت قبول کی اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیں میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں سے ہوں (۹۲) اور آپ کہیئے تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، عنقریب تمہیں وہ اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں جو تم کر رہے ہو (۹۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کیلئے اس کی نیکی سے اچھی جزا ہے یعنی بندہ کے عمل سے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اجر و ثواب بہتر ہے ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کا راضی ہونا بندہ کے فعل سے افضل ہے، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ بندہ نیک عمل کرتا ہے تو اللہ اُسے دس گنا اجر دیتا ہے اور کبھی سات سو گنا اجر عطا کرتا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں بدکردار لوگوں کے انجام کو واضح فرمایا گیا کہ انہیں منہ کے بل اوندھا دوزخ میں گرادیا جائے گا اور یہ اُن کے کیے کی سزا ہوگی، اگلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو حکم فرمایا گیا کہ بتادیں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ عبادت صرف اللہ کیلئے کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں جس نے اُسے حرم بنایا ہے، اس سے مکہ شریف کی عظمت واضح ہو رہی ہے۔

رب تو وہ سارے شہروں کا ہے مگر فخر اس شہر مکہ پر ہے اس شہر کی ایک جگہ کو اپنا گھر فرمایا اسی شہر کو یہ مقام حاصل ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت گاہ ہے، اسی شہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور کی قیام گاہ ہے اسی شہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ پہلی وحی یہیں نازل ہوئی، اسی شہر کو حرم بنادیا گیا ہے، حاجی کیلئے احرام کی حالت میں کئی حلال چیزیں حرام کردی گئی ہیں، کوئی یہاں آکر پناہ لے لے تو اُسے ایذا پہنچانا حرام کردیا گیا ہے اس شہر کے جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے۔ لوٹ مار، قتل و غارت ویسے بھی حرام ہے مگر اس شہر میں خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں۔

رب قدوس نے اپنی صفت بیان فرمائی کہ ہر چیز اس کی ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن مقدس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا کہ میں قرآن پڑھوں جس نے ہدایت حاصل کی، اس نے اپنے لئے کی اور جو گمراہ ہوا کہہ دیجئے میں تو ڈر سنانے والوں سے ہوں اور محبوب کہہ دیجئے میں اللہ کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتا ہوں اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور تم انہیں پہچان لوگے، اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سورۃ القصص

اس سورہ پاک کا نام ''القصص'' ہے، آیات کی تعداد اٹھاسی ہے، رکوع نو ہیں، اِس سورت کا نام القصص اس لئے ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے ہے، ولادت سے لے کر رسول بنانے تک کے واقعات ذکر کئے گئے، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک فرد قارون کا قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے، اسے بہت سا مال دولت سامان دیا گیا مگر اس کی بدبختی یہ کہ اُس نے اس سارے مال کو اپنی کاوش اور محنت کا نتیجہ سمجھا اور انعام خداوندی کا انکار کر دیا۔ سورہ نمل کی طرح یہ سورت بھی مکی ہے، سورہ الشعراء، سورہ النمل اور سورۃ القصص تینوں سورتوں کے افتتاحی حروف میں ط اور سین ہیں۔ الشعراء میں ہے طسم، سورۃ النمل میں ہے طس اس سورۃ القصص میں طسم، ان تینوں سورتوں کو الطّواسین کہا جاتا ہے۔ ان تینوں سورتوں میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا ذکر ہے، حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نبوت ملنے تک کے تفصیلی واقعات بیان فرما دیئے، ان گزشتہ واقعات کا ذکر کرنا حضور ﷺ کی نبوت پر زبردست دلیل ہے کہ یہود و نصاریٰ جانتے تھے کہ حضور ﷺ نے کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کی پھر آپ گزشتہ واقعات کو تفصیل سے سنا رہے ہیں، معلوم ہوا ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ سورۃ الاعراف، سورۂ طہٰ اور دوسری سورتوں میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا مختصر بیان تھا، اس سورۃ میں تفصیل فرما دی گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بچے کے ہاتھوں فرعون کا تختہ اُلٹنا تھا اس کی پرورش بھی اسی کے ہاتھوں کرائی اور فرعون کو یہ پتہ نہ چل سکا وہ کس بچہ کی پرورش کر رہا ہے، اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے کام لینا چاہتا ہے بظاہر اس کے ساتھ کوئی طاقت نہ بھی ہو تو کام لے لیتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما کر یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ فرعونیوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا بالآخر ذلت کی موت مارے گئے، مکہ والو! تم بھی میرے محبوب سے ایسا کر کے اپنی رُسوائی

اور ذلت کو دعوت دے رہے ہو۔اس سورۂ پاک میں موسیٰ علیہ السلام کے مدین سے مصر جانے کی تفصیل بھی ملتی ہے جبکہ سورۂ الشعراء یا النمل میں ایسی صورت نہیں، اس سورۂ پاک میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے اے اہل مکہ تم میرے رسول کی نبوت پر اعتراض کرتے ہو کہ یکا یک کیسے رسول بن گئے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تم خود مانتے ہو کہ انہیں راہ چلتے نبوت مل گئی تھی اور کسی کو پتہ ہی نہ چلا۔

یہ سورۂ پاک مکہ مکرمہ اور رابغ کے درمیان نازل ہوئی، حضور ﷺ سفر ہجرت میں جب رابغ پہنچے تو جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمد (ﷺ) آپ کو اپنا وطن یاد آتا ہے فرمایا ہاں، اس پر جبریل علیہ السلام نے یہ سورت پڑھی جس کے آخر میں بشارت دی گئی ہے کہ مکہ فتح ہوگا اور آپ کے قبضہ میں آئے گا وہ آیہ یہ ہے ''الذی فرض علیك القرآن ۔۔۔'' جس نے آپ پر قرآن فرض کیا وہ آپ کو واپس لوٹائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سُوْرَةُ الْقَصَصِ ۲۸ مَكِّيَّةٌ ۴۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۸ رُكُوْعَاتُهَا ۹

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

طاسین میم (۱) یہ روشن کتاب کی آیات ہیں (۲) ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی برحق خبریں ان لوگوں کیلئے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں (۳) بے شک فرعون اپنے ملک میں سرکش تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا وہ اُن میں سے ایک گروہ کو کمزور قرار دے کر اُن

يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا (۴)

تفسیر

سورہ پاک کے آغاز میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو بیان فرمایا گیا، فرعون کی سرکشی، تکبر و غرور کا ذکر کیا گیا، اس نے اپنی سرکشی کو قائم رکھنے کیلئے جو ضابطہ بنایا ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اپنی رعایا کو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اس نے اپنی حکمرانی کیلئے یہ سیاسی پالیسی اختیار کر رکھی تھی، طرح طرح کے فتنے کھڑے کر رکھے تھے جن سے رعایا میں اتفاق کا دامن تار تار ہو گیا تھا، ہمارے ہاں بھی حکمرانی کا فلسفہ عموماً ایسے ہی چلتا دکھائی دیتا ہے لوگوں کو کئی مسائل میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور حکمرانی جاری رہتی ہے لوگوں کو اختلاف و عداوت کی آگ میں جھونک دیا جاتا ہے وہ اسی میں گھرے رہتے ہیں اور متحد ہو کر حکمران کو ہٹا نہیں سکتے، فرعون کی سرکشی کا ذکر کیا گیا کہ وہ لوگوں کو گروہ در گروہ میں کمزور کرنا چاہتا تھا۔

ایک گروہ کے ساتھ یہ رویہ رکھا ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا، اس نے یہ طریقہ بنی اسرائیل کے ساتھ اپنا رکھا تھا اُسے خطرہ تھا کہ کہیں بنی اسرائیل متحد ہو کر خلاف نہ ہو جائیں بنی اسرائیل کی طاقت کو توڑنے کیلئے ایک منصوبہ یہ تھا کہ ان کے دلوں میں قوم پرستی کا تعصب پیدا کیا اور اس بغض کو بھڑکایا کہ یہ اجنبی لوگ ہمارے ملک میں ہر شعبہ میں شریک ہو رہے ہیں۔ فرعونی سیاست نے قبطیوں کے دلوں میں اسرائیلیوں سے جذبات محبت کو ختم کر دیا ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کو ختم کرنے کیلئے بچوں کا ذبح کرنا شروع کیا۔ یہ ایک عظیم فساد تھا جو اس نے شروع کر رکھا تھا، فرعون نے یہ کیوں کیا اس کی تشریح بائبل کے باب خروج کے شروع میں اس طرح ملتی ہے "دیکھو اسرائیلی ہم سے زیادہ قوی ہو گئے ہیں اور حکمت سے پیش آئیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ زیادہ ہو جائیں تو جنگ چھڑ جائے اور وہ ہمارے دشمنوں سے

مل کرہم سے لڑیں‘‘ اسی خطرہ کے پیش نظر فرعون نے یہ ظالمانہ سیاست شروع کی کہ اسرائیلیوں کی تعداد گھٹائی جائے بچے ذبح کرنے شروع کیئے، بنی اسرائیل کو مکانات سے الگ کیا، جائیداد سے محروم کیا، حکومت کے تمام مناصب سے الگ کیا، انہیں ذلیل وخوار کرنے کیلئے گھٹیا سے گھٹیا کاموں پر لگایا، سخت قسم کی پریشانیوں میں مبتلا کیا، فرعون کا یہ زبردست فساد تھا، بیٹوں کو ذبح کرنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نجومی نے بتایا تھا بنی اسرائیل میں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو فرعون کی سلطنت کو برباد کردے گا اس ڈر سے ذبح کرنے شروع کیئے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نوے ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا گیا، ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے فرعون نے خواب دیکھی کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی اس نے قبطیوں کو جلاڈالا اور اسرائیلیوں کو نہیں جلایا اس کی تعبیر پوچھی گئی تو کہا گیا اس سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں مصر برباد ہوگا اس لئے بیٹوں کو ذبح کرنا شروع کردیا۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ

اور ہم ان لوگوں پر احسان فرمانا چاہتے تھے جن کو ملک میں کمزور قرار دیا گیا تھا اور ہم ان کو امام بنانا چاہتے تھے اور ان کو ملک کا وارث بنانا چاہتے تھے (۵) اور ہم ان کو ان کے ملک کا اقتدار دینا چاہتے تھے اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ انجام دکھانا چاہتے تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے (۶) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ

اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور جب تم کو خطرہ محسوس ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف اور غم نہ کرنا بے شک ہم اس کو تیرے پاس واپس لائیں گے اور ہم اس کو رسول بنانے والے ہیں (۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی بے بسی اور فرعون کے ظلم وتشدد کا ذکر ہوا، فرعونی نظام حکومت چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کیلئے اس حد تک کمزور کر دیا جائے کہ وہ قبطیوں میں رہ کر قبطی رہن سہن کے عادی ہو جائیں مگر قدرت کو منظور تھا کہ فرعونی ظالموں سے تاج وتخت کو چھین کر بنی اسرائیل کو بخش دیا جائے اور فرعونیوں کے سارے منصوبے پامال کر دیئے جائیں۔ اس صورت حال کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے چاہا کہ کمزور لوگوں پر اپنا احسان کر دیں اور اُنہیں عزت دے کر پیشوا بنا دیں اور تاج وتخت کے وارث کر دیں اور مصر کی زمین پر غلبہ دے دیں۔

فرعون ہامان اور اُن کے لشکروں کو وہ کچھ دکھا دیں جس کا ڈر کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل کو نیک کاموں میں پیشوا بنانا چاہتے تھے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہیں حکمران بنانا چاہتے تھے، فرعون ہامان کو جو ڈر تھا وہ دکھانا چاہتے تھے جو نجومی کی پیش گوئی تھی کہ بنی اسرائیل کا ایک فرد مصر کا تختہ الٹ دے گا۔

اگلی آیہ پاک میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کا ذکر ہے، ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ اور جب تم کو خطرہ محسوس ہو تو اسکو دریا میں ڈال دینا، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں وحی بمعنی الہام ہے، موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کا حکم کب ہوا۔ ابن جریر فرماتے ہیں والدہ کو حکم تھا جب خطرہ محسوس کرے تو موسیٰ کو دریا میں ڈال دے یہ بھی فرمایا گیا کہ دریا میں ڈالنے سے کسی قسم کا غم خوف

نہ کرنا، جدائی کا غم نہ کرنا فرعون کے ہلاک کرنے کا ڈر نہ کرنا، ہم اُسے پھر تیرے پاس لائیں گے اور اسے رسول بنانے والے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت پر کئی اہم واقعات رونما ہوئے ، ولادت کے موقعہ پر موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے والدہ سے کہا اماں سپاہی دروازے پر آئے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر تنور میں رکھ دیا، سپاہی اندر آئے ، والدہ سے پوچھا یہ دائی اندر کیسے آئی ، والدہ نے کہا میری دوست ہے سپاہی چلے گئے تو تنور سے بچے کے رونے کی آواز آئی ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا کر دیا، ماں نے پھر دیکھا فرعون بچوں کی تلاشی میں سختی کر رہا ہے تو اللہ نے الہام فرمایا کہ بچے کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دے۔ والدہ نے ایک بڑھئی سے تابوت خریدا، بڑھئی نے پوچھا کیا کرنا ہے، والدہ نے سچ کہہ دیا کہ بچے کو اس میں چھپانا ہے۔ بڑھئی نے حکومت کو بتانا چاہا تو وہ بول نہ سکا، قدرت نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی، پھر بتانا چاہا تو وہی حالت ہوگئی اور نظر بھی ختم ہوگئی ، پھر اس نے عہد کیا اگر میری بینائی واپس آگئی تو میں یہ راز کسی کو نہ بتاؤں گا۔ چنانچہ اس کی بینائی قدرت نے واپس کر دی اور وہ سمجھ گیا یہ اللہ کی طرف سے ہے، یہ تھے وہ حیران کن واقعات جو اس وقت نمودار ہوئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

پس نکال لیا اُسے فرعون کے گھر والوں نے تا کہ وہ ان کا دشمن اور باعث رنج و غم بنے، بے شک فرعون ہامان اور ان کے لشکری خطا کار تھے(۸) اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ بچہ تو تیری میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا شاید وہ ہمیں فائدہ دے ہم اُسے اپنا فرزند بنا

وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۞ وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَـتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞

لیں اور (اس تجویز کو) نہ سمجھ سکے (۹) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ راز ظاہر کر دیتی تا کہ وہ اللہ پر یقین کرنے والی بنی رہے (۱۰)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد حیران کن واقعات ظاہر ہوئے، بڑھئی کا نہ بول سکنا، اس کا اندھا ہو جانا، دریا کی لہروں میں صندوق کا محفوظ رہنا، تابوت کا نہ ڈوبنا یہ سب قدرت خداوندی کے کرشمے تھے جو ظاہر ہوئے۔ اس آیہ کریمہ میں اس تابوت کو دریا سے باہر نکالنے کا ذکر ہے، فرعون کی ایک ہی بیٹی تھی جو برص کی شدید بیماری میں مبتلا تھی، سارے علاج ناکام ثابت ہوئے، تمام معالجوں نے اور جادوگروں نے فرعون سے کہا، بادشاہ تیری یہ بیٹی دریا کی طرف سے تندرست ہوگی اور یہ کام فلاں دن فلاں وقت ہوگا۔ فرعون اپنی بیوی بیٹی سمیت مقررہ وقت پر دریا پر پہنچا، اس نے دیکھا دریا میں ایک صندوق ہے اس تابوت کو پکڑا گیا کھولا گیا تو اس میں حسین بچہ مزے سے انگوٹھا چوس رہا ہے، اس بچے کو تابوت سے نکالا گیا جہاں اس بچے کا لعاب گرا فرعون کی بیٹی نے اُسے اُٹھا کر زخموں پر لگایا تو صحت یاب ہوگئی۔

قوم نے کہا بادشاہ وہ خطرناک بچہ یہی معلوم ہوتا ہے یا تو اسے دریا میں ڈال دیں یا قتل کر دیں فرعون نے قتل کا ارادہ کیا تو آسیہ آڑے آگئی اور کہا بادشاہ اسے قتل نہ کریں، ہوسکتا ہے ہمیں اس سے نفع حاصل ہو یا بیٹا بنا لیں، فرعونی اس راز کو نہ سمجھ سکے۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی ہو گیا تھا اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ موسیٰ کے غم کے سوا ہر فکر سے خالی ہو گیا تھا، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب پتہ چلا کہ تابوت فرعون کے ہاتھ لگ گیا ہے تو آپ سخت پریشان ہوئیں، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ والدہ کے

دل میں تھا کہ اللہ مجھے میرا بیٹا پھر ملا دے گا۔فرعون کے تابوت پکڑنے کے بعد شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ کو بچہ نہ مل سکے گا، دل اُس الہام سے خالی ہو گیا، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ والدہ کو قوی یقین تھا بچہ ملے گا اس لئے کسی بھی غم سے دل خالی تھا، یہ معنی زیادہ جی لگتا ہے۔ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کے مخفی رکھنے پر والدہ کے دل کو مضبوط رکھا اور وہ مطمئن رہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا (۱۱) اور ہم نے اس سے پہلے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا سو وہ کہنے لگی آیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کیلئے خیر خواہ ہو (۱۲) سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور وہ یقین کرے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے (۱۳)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس کی بہن سے کہا کہ اس صورت حال کو دیکھتی جا کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے، فرعون اُسے کیا کرتا ہے وہ پیچھے پیچھے چلتی رہی اور دشمن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا کوئی تعلق صندوقچے

سے ہے، بہن نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ پتہ چلالیا کہ تابوت فرعون کے محل میں پہنچ گیا ہے پھر ہوا یہ کہ بچے کو دودھ پلانے کیلئے جس دایہ کو بلایا جاتا، موسیٰ علیہ السلام اس کی چھاتی کو منہ ہی نہ لگاتے، بہن اپنی ذہانت کے ساتھ آس پاس چکر لگاتی رہی پھر بہن کو پتہ چلا کہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پی رہا تو بہن سیدھی محل پہنچی اور جا کر کہا کہ میں آپ کو دایہ بتاتی ہوں جو اس بچے کو بڑی شفقت سے پالے گی۔

قدیم زمانہ میں خاندانی لوگ بچوں کی پرورش کیلئے عموماً دایہ کی خدمات حاصل کرتے تھے اور دودھ پلانے والیوں کو اچھے اچھے معاوضے دیئے جاتے تھے، ہمارے حضورﷺ نے بھی حلیمہ سعدیہ کے ہاں صحرا میں پرورش پائی، بائبل میں ہے کہ آپ کا نام موسیٰ فرعون کے گھر رکھا گیا جس کا معنی ہے پانی سے نکالا گیا، بہن کے یہ کہنے پر کہ میں دایہ بتاتی ہوں وہ بچے کو محبت سے پالے گی تو اُسے دایہ لانے کی اجازت مل گئی تو وہ خوشی خوشی گھر آئی اور سارا واقعہ والدہ سے کہہ دیا۔

قرآن مقدس نے فرمایا موسیٰ کو ان کی ماں کی طرف لوٹائے جانے سے پہلے ہم نے دودھ پلانے والیوں کا دودھ موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر دیا تھا یعنی باقی دودھ پلانے والیوں کے دودھ سے موسیٰ کو متنفر کر دیا تھا اُنہیں ماں کے دودھ پینے سے جو لذت آتی تھی ان عورتوں کے دودھ سے وہ نہیں آ رہی تھی۔ یہ معنی کہ والدہ کے جسم سے جو خوشبو محسوس ہوتی تھی وہ ان خواتین سے نہیں تھی یا یہ معنی کہ کہ ان خواتین کے دودھ میں کڑواہٹ تھی کہ آپ نہیں پیتے تھے اگر اس آیہ کا سیدھا سا معنی یہ بھی کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں ان کی ایسی تربیت فرما دی تھی کہ وہ اسی عمر میں حلّت وحرمت، اچھائی برائی کو سمجھا دئے گئے تھے۔

اس کے بعد فرمایا سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کرے اور وہ یقین کر لے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ موسیٰ کو اس کے پاس لوٹائیں گے۔ ہامان نے موسیٰ علیہ السلام کی

والدہ سے پوچھا اس نے تیرا دودھ کیوں قبول کرلیا، والدہ نے کہا کہ میں صاف ستھری خوشبو لگانے والی خاتون ہوں، میرا دودھ میٹھا ہے، اب آپ کی والدہ کو بہت سے ہدیے دیئے گئے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾

اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں (۱۴) اور موسیٰ اس وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے تو وہاں انہوں نے دو مَردوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک ان کی قوم میں سے تھا دوسرا ان کے مخالفین میں تھا سو جو اُن کی قوم میں سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد طلب کی اُس پر جو اُن کے مخالفوں میں سے تھا موسیٰ نے اُسے مُکّا مارا سو اس کو ہلاک کر دیا موسیٰ نے کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا اور وہ واضح طور پر بہکانے والا ہے (۱۵) موسیٰ نے عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے معاف کر دے، پس اللہ نے معاف کر دیا بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (۱۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جوانی کو پہنچے جب انسان میں قوت پوری ہو جائے تو اُسے اشدّ کہتے ہیں اور یہ صورت زمین کے مختلف حصوں کی نسبت مختلف ہوتی رہتی ہے، کسی علاقہ میں یہ صورت جلد پیدا ہو جاتی ہے کسی میں دیر سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اشُدّ عمر کے ۳۳ سال میں ہوتا ہے، اس کے بعد چالیس سال تک ٹھہرا ؤ رہتا ہے اس کے بعد انحطاط کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔

ہم نے موسیٰ کو حکم دیا اور علم دیا جس سے مراد احکام شرعیہ کا علم ہے۔ دَخل کے ارشاد سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور مصر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگوں کی غفلت کا وقت تھا، آپ نے دو بندوں کو دیکھا جو لڑ رہے تھے ان میں سے ایک اسرائیلی جو آپ کو ماننے والا تھا اُس نے آپ سے مدد مانگی اس پر جو آپ کے مخالفین میں سے تھا، اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے کچھ لوگ ہو چکے تھے، یہ معنیٰ بھی واضح ہے ایک آدمی بنی اسرائیل سے تھا دوسرا قبطی فرعونی تھا۔ آپ نے مدد مانگنے والے کے مخالف کو مکہ مارا اور وہ مر گیا، شہر میں داخل ہونے کی وجہ ابن اسحاق اور ابن زید نے اس طرح بیان کی ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے جوان ہونے پر دین کی باتیں شروع کیں تو فرعون نے قتل کا ارادہ کیا جو آسیہ کے مشورہ سے ختم ہوا مگر یہ فیصلہ کیا کہ موسیٰ شہر سے باہر رہا کرے۔ اسی باعث آپ کبھی کبھی شہر میں آتے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مکا مارنے سے قبطی مر گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مغفرت طلب کی، اللہ نے معاف کر دیا، قبطی کافر کا قتل جو موسیٰ علیہ السلام سے بلا اِاردہ صادر ہو گیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بھی اپنے منصب اور عظمت شان کے لحاظ سے اپنا گناہ قرار دیا اور مغفرت طلب کی۔

ان دونوں مردوں کی لڑائی میں ایک روایت یہ ملتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی سے کہا اسرائیلی کو چھوڑ دو اس فرعونی نے کہا موسیٰ! (علیہ السلام) تمہیں پتہ نہیں یہ ہمارے مالک فرعون کو برا کہتا ہے، موسیٰ

علیہ السلام نے فرمایا تم جھوٹ بول رہے ہو فرعون مالک نہیں، مالک صرف اللہ ہے، جب فرعونی نے یہ بات سنی تو اس نے اسرائیلی کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام سے لڑائی شروع کردی، تب موسیٰ علیہ السلام نے اُسے مُکا مارا جس سے مرگیا، آپ کا ارادہ بھی نہ تھا کہ فرعونی کو قتل کیا جائے آپ نے اس کی اتفاقیہ موت کو اپنے منصب کے خلاف جانا اور استغفار کیا۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

صدق اللہ العظیم

موسیٰ نے عرض کی اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے سو اَب میں بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا (۱۷) پس موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار میں صبح کی پس اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان کو مدد کیلئے پکار رہا تھا، موسیٰ نے اس سے کہا تو بے شک کھلا گمراہ ہے (۱۸) پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا جو اُن دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا اے موسیٰ، کیا آج تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ تم اس شہر میں زبردست بن جاؤ اور تم مصلحین میں سے بننا نہیں چاہتے (۱۹)

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بارگاہ قدس سے معافی مانگی اور ارشاد ہوا ہم نے معاف کر دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکر میں عرض کیا، اے میرے اللہ میں آئندہ کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا ،اس نعمت کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ مجھے کسی نے دیکھا نہیں اور قبطی کو مارنے کا میرا یہ فعل ظاہر نہیں ہوا، آپ کا مجرموں کی مدد نہ کرنے کا معنی ابن جریر نے یہ بھی کیا ہے کہ آپ نے اسی دن فرعون اور اس کی حکومت سے تعلق قطع کرنے کا عہد کرلیا کہ وہ ظالم حکومت تھی۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے جس اسرائیلی کی مدد کی تھی وہ بھی مسلمان نہیں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجرموں کی مدد نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ میں کافروں کی مدد نہیں کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو محض مظلوم سمجھ کر مدد کی تھی۔

اس بندے کی مدد کرنے سے معلوم ہوا کہ کوئی فاسق وفاجر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرنا کوئی حرج نہیں کہ مظلوم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا عرض کرنا میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا، صاحب روح المعانی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ظالموں کے تعاون اور مدد کرنے سے بچا جائے کہ ظالم کی حمایت ظلم کی حمایت ہوگی، مظلوم کی مدد بہترین عمل ہے جو نجات کا باعث بن جاتا ہے۔

امام قرطبی نے اس مقام پر حضور ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے ''جو شخص کسی مظلوم کی مدد کیلئے اس کے ساتھ چلے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدموں کو پل صراط پر ثابت اور مضبوط رکھے گا اور جو شخص ظالم کے ساتھ اس کے ظلم پر اس کی مدد کرے گا تو قیامت کے دن اس کے قدم پل صراط سے پھسل جائیں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے رات اس خوف میں گزاری کہ کیا ہوتا ہے، تو اچانک وہی شخص جس نے آپ سے کل مدد مانگی تھی آج پھر وہی مدد کیلئے پکار رہا ہے، وہی شخص پھر کسی دوسرے سے جھگڑ رہا ہے، آپ سمجھ گئے یہ بندہ فسادی ہے جھگڑالو ہے تو آپ نے اس سے فرمایا تو گمراہ ہے، فسادی ہے آپ آگے

بڑھے کہ اُسے چھڑادیں وہ سمجھا کہ موسیٰ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں کہ مجھے گمراہ کہہ رہے ہیں۔ اب اسی بندے نے کہا موسیٰ مجھے بھی مارنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو قتل کردیا، اب اس بندے نے سارا راز ظاہر کردیا اور کہا تو تو ملک میں جابر بننا چاہتا ہے تو اصلاح کرنے والوں سے نہیں، یہ بات اس بندے نے اس لئے کہی کہ اُسے غلط فہمی ہوگئی تھی کہ حضرت موسیٰ اُسے پکڑنا چاہتے ہیں اس لئے اس نے جابر بھی کہا۔

وَصلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلقِہٖ

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡعٰى قَالَ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ الۡمَلَاَ يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّىۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيۡنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلۡقَآءَ مَدۡيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىۡۤ اَنۡ يَّهۡدِيَنِىۡ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۲۲﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور ایک آدمی شہر کے ایک کونہ سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ سردار لوگ آپ کے بارہ میں سازش کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں اس لئے یہاں سے نکل جایئے میں تیرا خیر خواہ ہوں (۲۰) پس آپ وہاں ڈرتے ہوئے اپنی گرفتاری کا خوف کرتے ہوئے نکلے، عرض کی میرے رب! مجھے ظلم کرنے والوں سے بچالے (۲۱) اور جب آپ مدین کی طرف روانہ ہوئے تو کہا میرا رب مجھے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی فرمائے گا (۲۲)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ جس بندے کی موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی تھی، اس نے پھر کسی دوسرے موقعہ پر موسیٰ علیہ السلام کو مدد کیلئے پکارا آپ نے اُسے ڈانٹ پلائی وہ سمجھا مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، اور برملا کہا موسیٰ! کل بھی تو نے قتل کیا تھا آج میرے ساتھ بھی وہی کچھ چاہتا ہے اس اسرائیلی کی اس بات سے قبطی

کے مرنے کا راز کھل گیا کہ موسیٰ نے مارا ہے، یہ خبر ایوان حکومت تک پہنچ گئی کہ قبطی کو کس نے مارا ہے، حکومت نے آپ کی گرفتاری کا منصوبہ بنالیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مخلص کو پتہ چلا تو دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور حکومت کے ارادہ سے مطلع کیا اور مشورہ دیا کہ آپ جلدی سے یہاں سے نکل جائیں، میں آپ کا خیرہ خواہ ہوں، آپ وہاں سے ڈرتے ہوئے اور گرفتاری کا انتظار کرتے روانہ ہو گئے چونکہ گرفتاری کا خطرہ تھا۔ بارگاہِ قدس میں عرض کی میرے رب مجھے ظالموں سے بچالے۔

آپ نے اپنے کو محفوظ کرنے کیلئے مدین کا علاقہ منتخب کیا۔ جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ علاقہ فرعون کے قبضہ سے باہر تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ مصر کے قریب بھی تھا تیسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ مدین کے باشندے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی اولاد ہیں اور پھر ان سے خونی قرابت بھی تھی، سفر شروع ہے مگر سواری بھی نہیں، زادِراہ بھی نہیں راستہ بھی دیکھا ہوا نہیں مگر دل میں یہ یقین ہے کہ اللہ سیدھی راہ دکھا دے گا ایسا راستہ جس سے میں بخیریت مدین پہنچ جاؤں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ سب سے پہلا امتحان تھا، مفسرین کا بیان ہے اس سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی غذا صرف درختوں کے پتے تھے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگوں کا ایک گروہ (مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو خواتین کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں، موسیٰ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک سب

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

چرواہے پانی پلا کر واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں (۲۳) پس موسیٰ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف آ گئے اور عرض کیا اے میرے رب! بے شک میں اس اچھائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے (۲۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے مدین جانے کیلئے گزرنا تو فرعونی علاقہ سے ہی تھا آپ نے مدین بخیر و عافیت پہنچنے کیلئے دعا کی جو قبول ہوئی اور آپ بعافیت مدین پہنچ گئے۔ آیہ مبارکہ میں ماء مدین کا ذکر ہے اس سے مراد وہ کنواں ہے جس سے اُس بستی کے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے تھے، آپ نے وہاں دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو پانی کی طرف جانے سے روک رہی تھیں تا کہ دوسری بکریوں میں مل نہ جائیں، موسیٰ علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھی تو دونوں عورتوں سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہو، دوسروں کی طرح پانی نہیں پلا رہی، اُن خواتین نے کہا ہم مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کیلئے رکی رہتی ہیں، جب یہ لوگ پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ہم پھر پلائیں گی۔ اُن عورتوں کے ساتھ ہی یہ وہم دور کر دیا کہ ہمارا کوئی آدمی نہیں، ہمارا باپ بوڑھا ہو چکا ہے وہ کام نہیں کر سکتا اس لئے کہ ہم مجبور ہو کر آئی ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُن عورتوں پر رحم کیا اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، موسیٰ علیہ السلام کے اس عمل سے پتہ چلا، ضعیفوں مجبوروں کی امداد انبیاء کی سنت ہے یہ بھی پتہ چلا غیر محرم عورت بوقت ضرورت اجنبی عورت سے بات کرے تو مضائقہ نہیں کہ ان عورتوں نے جو شعیب نبی کی بیٹیاں ہیں، موسیٰ علیہ السلام

سے بات کی ہے ان بیبیوں کے انداز گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی خواتین کا باہر نکلنا اچھا نہ سمجھا جاتا تھا، اسی لئے ان عورتوں نے اپنی مجبوری کا ذکر کیا ہے کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے وہ آنہیں سکتا تو ہم نے بکریوں کی حفاظت کی ہے۔

اُن لوگوں کا وطیرہ تھا کہ جانوروں کو پانی پلا کر بڑے بھاری پتھر سے کنوئیں کو بند کر دیتے تھے، یہ پتھر اس قدر وزنی تھا کہ دس آدمی اُسے ہٹاتے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تنہا اٹھا کر کنوئیں کے منہ سے ہٹا دیا اور بکریوں کو پانی پلایا پھر آپ ہٹ کر سائے میں بیٹھ گئے اور بارگاہِ قدس میں عرض کی میرے رب تو جو چیز اچھی میری طرف اُتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ؗ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾

پھر اُن دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا اس کی جزا دیں پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا آپ فکر نہ کریں آپ ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں (۲۵) ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا اے ابا! آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے، بے شک آپ جس کو اُجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو (۲٦)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اُن دونوں خواتین میں سے ایک خاتون حیاء کے ساتھ آئی ، ''استحیاء'' کی تشریح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ہے''قائلة بثو بها علی و جها '' وہ شرم وحیاء سے چلتی ہوئی اپنا منہ گھونگھٹ سے چھپاتے ہوئے آئی ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے چہرہ ڈھانپنے کو حیاء کی علامت قرار دیا ہے، اس خاتون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرے والد گرامی آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ جو ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے اس کا اجر دیں۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے خاتون کی اس بات پر عمل کرنے میں سوچ وفکر نہ کی کہ جاؤں یا نہ جاؤں، غالبًا آپ نے خیال کیا ہوگا، رب سے مانگی دعا قبول ہوگئی ہے اور میرے رہنے سہنے اور قیام کی صورت بن رہی ہے، آپ خاتون کی درخواست پر چلے اور اُن کے گھر گئے آپ نے حضرت شعیب سے پورا واقعہ سنایا تو حضرت شعیب نے فرمایا آپ خوف نہ کریں اللہ نے آپ کو ظالموں سے بچا لیا ہے۔ حضرت شعیب نے کھانا پیش کیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا، وجہ پوچھی تو فرمایا میں اس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جو اپنے نیک عمل کو بیچنے پر تیار نہیں ہوتے ،آپ نے فرمایا ہم بھی مہمان کی تواضع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اسے اجرت خیال نہ کرو یہ ضیافت ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کی سنت ہے۔

ان دونوں خواتین میں سے ایک نے شعیب علیہ السلام سے عرض کی ابا جان !اس شخص کو خادم کے طور پر رکھ لیجئے ، بہترین آدمی جسے ملازمت کیلئے رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو۔ ہمیں اس کی قوت وصلاحیت کا پتہ چل چکا ہے اس اکیلے نے کنوئیں سے وہ پتھر ہٹا دیا ہے جسے دس آدمی مل کر ہٹاتے ہیں، ہمیں اس کی دیانتداری کا پتہ چل گیا ہے یہ امین ہے مخلص ہے، ان کے متقی ہونے کی دلیل یہ ہے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی ، ہوا سے بار بار میری چادر اُڑ جاتی تھی تو انہوں نے کہا تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے چلتا ہوں تا کہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡكَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَكَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَكِیۡلٌ ﴿۲۸﴾

(شعیب علیہ السلام نے) کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں، اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اُجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے احسان ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا آپ ان شاء اللہ مجھے نیک لوگوں سے پائیں گے (۲۷) موسیٰ نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی اور ہمارے اس معاہدے پر اللہ نگہبان ہے (۲۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے اپنے ہاں قیام کرنے آٹھ دس سال کام کاج میں ہاتھ بٹانے پر اپنی بیٹی سے نکاح کرنے کا ذکر فرمایا کہ آپ کے ہاں کوئی بیٹا تو تھا نہیں جو گھر کا نظام سنبھالے، فرمایا میرے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں جنہیں مجبوراً باہر نکالتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام خود بھی اس وقت قیام کے متلاشی تھے، آپ نے شعیب علیہ السلام کی اس بات کو قبول فرما لیا، شعیب علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو آپ کی مرضی، میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں چاہتا، تم ان شاء اللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی ان دونوں مدتوں سے جو بھی

پوری کردوں اس کے بعد پھر مجھ پر زیادتی نہیں ہوگی ، ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے۔ آیہ مبارکہ میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی سے نکاح کا مشورہ کیا ہو اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے اس واقعہ سے دلیل قائم کی ہے کہ باپ بیٹی کی اجازت کے بغیر نکاح کرسکتا ہے، ہمارے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ میں مؤقف یہ ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو باپ اس کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا البتہ جب نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرسکتا ہے، حضور ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! لڑکی اجازت کیسے دے گی؟ فرمایا وہ خاموش رہے گی (یہ خاموشی اجازت ہوگی) موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب کی طرف سے عائد کردہ شرائط پر راضی ہو گئے تو حضرت شعیب نے اپنی بیٹی صفورا کے ساتھ نکاح کردیا۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ''اریدون ان انکحك'' میں چاہتا ہوں تیرا نکاح کسی ایک بیٹی سے کردوں ، پتہ چلتا ہے نکاح والد نے کیا، فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں کہ لڑکی کا ولی اس کے نکاح میں کفالت کرے، لڑکی خود اپنا نکاح نہ کرے اس میں برکت ہے، عظمت ہے، محبت ہے۔ یہ الگ بات ہے اگر کسی بالغ لڑکی نے کسی ضرورت کے تحت خود اپنا نکاح کرلیا تو وہ منعقد ہو جاتا ہے مگر باپ کی شمولیت کی برکت سے خالی ہو گا۔ حضور ﷺ کے عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے باپ کے نکاح میں شمولیت باعث برکت ہے، سیدہ خدیجہ نے خادمہ کے ذریعہ حضور کو نکاح کا پیغام بھجوایا آپ نے معذرت کی، ابھی میں نے اپنے چچا سے مشورہ نہیں کیا انہوں نے میری پرورش کی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کر لی اور اپنی اہلیہ کو لے کر وہاں سے چلے تو آپ نے طور کی ایک طرف آگ دیکھی، آپ نے اپنے اہل سے کہا تم ذرا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شائد میں آپ کیلئے وہاں سے کوئی خبر یا آگ کی چنگاری لے آؤں تا کہ تم تاپ سکو (۲۹) پس جب آپ وہاں گئے تو وادی کے دائیں کنارے اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے آواز آئی، اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی ہوں جو رب العالمین ہے (۳۰) اور ڈال دو (زمین پر) اپنے عصا کو، اب جو اُسے دیکھا تو وہ اس طرح لہرا رہا تھا جیسے وہ سانپ ہو آپ پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، آواز آئی اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں یقیناً تم محفوظ ہو (۳۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے وہ مدت قیام پوری کر لی جو آپ کے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے درمیان طے ہوئی تھی، حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ کے بجائے دس سال پورے کئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو حضور ﷺ سے روایت کی ہے وہ اس طرح ہے موسیٰ علیہ

السلام نے دونوں مدتوں سے وہ مدت پوری کی جو زیادہ تھی (یعنی دس سال) اور آپ اپنے گھر والوں کو لے کر طور کی جانب چلے تو آپ نے وہاں پر آگ دیکھی اور گھر والوں سے کہا، آپ یہاں ٹھہریں میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شائد میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کی چنگاری لے آؤں، جس سے تم گرمی لے سکو (تاپ سکو)۔

اس سفر کا رُخ طور کی طرف ہونے سے محسوس ہوتا ہے آپ مصر ہی جانا چاہتے ہوں گے کہ دس سال گزر چکے ہیں، فرعون مر چکا ہے اب وہاں خاندان والوں کے ساتھ رہ سکوں گا، جب وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے آواز آئی میں ہی اللہ ہوں، سارے جہان والوں کا مالک، کوہ طور کے اس مقام کو قرآن مقدس نے بقعہ مبارکہ فرمایا، معلوم ہوا جس مقام پر کوئی نیک عمل واقع ہوتا ہے وہ مقام بھی متبرک ہو جاتا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل سورہ طٰہٰ میں بھی گزر چکی ہے، آپ صحرا میں اندھیری اور سرد رات میں تھے، ہوا تیز چل رہی تھی اس صورت حال میں آگ دکھائی دی تھی، یہاں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی کہ میں اللہ ہوں، آپ نے یہ کلام اپنے جسم کے تمام اجزاء اور اعضاء سے سنا تھا۔ ابو اسحاق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام میں ایک صفت پیدا کر دی تھی، جس سے انہوں نے اللہ کا کلام سن لیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے رب کا کلام اپنے تمام اعضاء اور اجزاء سے ایک جہت سے نہیں سنا تمام جہات سے سنا تھا اس کلام کے بعد آپ کے چہرہ سے انوار جھلکتے تھے۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں اس زیارت کے بعد چالیس دن تک نور کی یہ کیفیت تھی کہ کسی کو چہرہ دیکھنے کی ہمت نہ تھی، اسی مقام پر آپ کو معجزہ عطا فرمایا گیا، حکم دیا گیا کہ اپنا عصا زمین پر ڈالو آپ نے ڈالا تو دیکھا وہ عصا سانپ کی طرح لہرا رہا ہے، آپ پھرے اور مڑ کر نہ دیکھا ہم نے کہا موسیٰ! ڈریئے نہیں آپ امن والوں میں سے ہیں، اس کی تفصیل سورہ نمل میں بھی گزر چکی ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ
مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ
مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ
رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا
فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ
عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا
فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا
وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالئے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا باہر نکلے گا اور (خوف دور کرنے کیلئے) اپنے بازو اپنے ساتھ ملا لیں پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہیں، بے شک وہ فاسق لوگ ہیں (۳۲) موسیٰ نے کہا اے میرے رب بے شک میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا مجھے خطرہ ہے وہ مجھے قتل کر دیں گے (۳۳) اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کیلئے رسول بنا دے، وہ میری تصدیق کریں گے کیونکہ مجھے ڈر ہے وہ میری تکذیب کریں گے (۳۴) اللہ نے فرمایا ہم تیرے بازو کو مضبوط کریں گے تیرے بھائی سے اور ہم تمہیں ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ وہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے، ہماری نشانیوں کے باعث تم دونوں اور تمہارے پیروکار غالب آئیں گے (۳۵)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں آپ کے ایک معجزہ کا ذکر ہے آپ کا عصا سانپ کی طرح لہراتا دکھائی دیا، اس آیہ مبارکہ میں دوسرے معجزے کا ذکر ہے کہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالیں اور پھر نکالیں وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا یہ دو معجزات عطا فرمائے گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو حوصلہ دیا جائے کہ جابر ظالم فرعون کے مقابلہ کیلئے ہماری مدد تیرے شامل حال ہے۔ گویا فرعون سے جنگ کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو مسلح کر دیا گیا ہے۔ اگلی آیہ میں فرمایا اگر کبھی خوف کی صورت ہو تو اپنا بازو بھینچ لیا کرو، اس کا معنی یہ ہے اگر آپ کو اپنے ہاتھ کی چمک سے خوف ہو تو ہاتھ کو پھر گریبان میں ڈال لیں وہ پہلی حالت پر آجائے گا۔

فرمایا گیا موسیٰ یہ دو نشانیاں تیرے رب کی طرف سے ہیں، فرعون کیلئے اور اس کے درباریوں کیلئے یہ نشانیاں لے کر جاؤ اور اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنے کو پیش کرو اور اللہ کی اطاعت و بندگی کی طرف بلاؤ قرآن مقدس نے ایک دوسرے مقام پر اس روانگی کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ''اذھب الی فرعون انه طغٰی'' فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں، اے میرے رب! میں نے ان کا ایک آدمی مارا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے بھی مار دیں گے اگر انہوں نے مجھے اس پاداش میں گرفتار کر لیا تو پھر وعظ و تبلیغ کا مقصد تو فوت ہو جائے گا، میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو میری مدد کیلئے بھیج دے، وہ میری تصدیق کرے گا۔ میرا وزیر اور میرا معاون بنا دیجئے تا کہ وہ میری دلجمعی کا سبب ہو اور ہم دونوں اچھی طرح تیرے حکم کی تعمیل کر سکیں۔ میرا بھائی ہارون میری نسبت بات بھی روانی سے کر لیتا ہے، مبلغ کیلئے جو انداز تبلیغ چاہئے وہ اس میں موجود ہے۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور وہ تمہیں اذیت نہیں پہنچا سکیں گے اور تم دونوں اور تمہارے پیروکار غالب آئیں گے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ
قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی وَّمَا
سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۶﴾
وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ
بِالۡهُدٰی مِنۡ عِنۡدِهٖ وَ مَنۡ تَكُوۡنُ
لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ
الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰۤاَیُّهَا
الۡمَلَاُ مَا عَلِمۡتُ لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرِیۡ ۚ
فَاَوۡقِدۡ لِیۡ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیۡنِ
فَاجۡعَلۡ لِّیۡ صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ
مُوۡسٰی ۙ وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الۡكٰذِبِیۡنَ ﴿۳۸﴾

صدق اللہ العظیم

جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیاں لے کراُن کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا یہ تو صرف ایک مصنوعی جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے باپ دادا سے ان باتوں کونہیں سنا (۳۶) اور موسیٰ نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کیلئے آخرت میں اچھا انجام ہے، بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے (۳۷) اور فرعون نے کہا اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا، اے ہامان! میرے لئے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ میرے لئے بلند عمارت بناؤ تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور میں بے شک اُسے جھوٹوں سے گمان کر رہا ہوں (۳۸)

تفسیر

جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزات اور دلائل پیش کئے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے بغیر کوئی دوسرا خدا نہیں اور فرعونیوں سے کہا خدا کو مانو ہم اللہ کی طرف سے نبی ہیں ۔فرعونیوں نے آپ کے دلائل و کمالات کو سنا دیکھا مگر پھر بھی حق کو ماننے سے انکار کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو سچا رسول ماننے میں اپنی توہین سمجھی اور یہ کہہ دیا کہ موسیٰ کے

معاملات کمالات تو ایک مصنوعی جادو ہے اور ایسا جادو ہم نے اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ سے نہ سنا نہ دیکھا۔فرعونیوں نے کہالاٹھی کا سانپ بننا ہاتھ کا ممکن محض ایک نمائشی شعبدہ ہے یا یہ شخص کسی کرتب سے ایسی شی بنالایا ہے جو دیکھنے میں لاٹھی معلوم ہوتی ہے مگر زمین پر ڈالنے سے اژدھا لگتا ہے، ایسے ہی ہاتھ کی کوئی صورت ہے یہ معجزات نہیں مصنوعی طلسم ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کی طرف سے ہدایت لے کر کون آیا ہے اور عنقریب وہ فیصلہ فرما دے گا کون حق پر ہے اور آخرت کس کی بہتر ہے۔اس پر فرعون نے درباریوں سے کہا،اے درباریو! میں اپنے علاوہ کسی الٰہ کو نہیں جانتا، میں ہی حاکم مطلق ہوں،امر ونہی کا سرچشمہ میری ہی ذات ہے،موسیٰ کون ہے جو خدا کا نمائندہ بن کر میرے سامنے آ گیا ہے، درباریوں سے کہااے قوم کیا مصر کی بادشاہی میری ہی نہیں ہے اور یہ نہریں میرے تحت جاری نہیں۔

موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہماری زمین سے بے دخل کر دے (سورہ طٰہ ، ۵۷) درباریوں سے یہ کہا میں ڈرتا ہوں یہ شخص تمہارا دین بدل ڈالے گا (المومن:۲۶) فرعون نے ہامان سے کہا اے ہامان اس پر اینٹیں پکوا اور میرے لئے ایک اونچا محل تعمیر کر کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کا سراغ لگا سکوں اور میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں یہ جھوٹا ہے۔ ہامان کو اونچے مکان کی تیاری کیلئے پہلا حکم یہ دیا کہ اینٹیں پختہ بنائی جائیں۔بعض کہتے ہیں پکی اینٹیں سب سے پہلے فرعون نے بنوائیں،ہامان نے اس محل کی تیاری کیلئے پچاس ہزار مستری اکٹھے کئے اور اس قدر اونچا محل بنایا کہ اس دور میں اس سے اونچا کوئی محل نہ تھا جب یہ مکان مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا اس نے اس محل کے تین ٹکڑے کر کے گرا دیا جس میں فرعونی فوج کے ہزاروں آدمی دب کر مر گئے (قرطبی)

وَصَلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور فرعون نے اور اس کے لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے (۳۹) سو ہم نے فرعون اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ہم نے ان سب کو دریا میں ڈال دیا سو دیکھئے ظالموں کا کیسا انجام ہوا (۴۰) اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنا دیا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی (۴۱) اور ہم نے دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں ہوں گے (۴۲)

تفسیر

فرعون اور اس کے لشکروں نے بغیر کسی حق کے تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ ہماری طرف لوٹائے نہیں جائیں گے، اور ان سے کسی قسم کی جواب طلبی نہیں ہوگی، جب ان کی یہ حالت ہوئی تو پھر ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکر کو پکڑا اور سمندر میں ڈال دیا۔ ان کی یہ حالت بعد میں آنے والوں کیلئے مثال ہے کہ ظلم کا انجام کیا ہوتا ہے اور حق پر قائم رہنے والے آخر کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

قرآن مقدس نے ان فرعونیوں کی حالت کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے "فصب علیهم ربك سوط عذاب" آخر کار آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ آیہ پاک میں فرمایا اور ہم نے انہیں کافروں کا امام بنا دیا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں جو لوگ خدا کے منکر ہیں اس کے رسولوں کو

جھٹلاتے ہیں اور فرعون کے راستہ پر چلتے ہیں ہم نے فرعون کو ان کا پیشوا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اس کے فرشتوں نے لعنت کی، رسولوں کے پیروکاروں اور ایمانداروں نے ان پر لعنت کی اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا معنی یہ فرمایا ہے جن کے چہرے بگڑ گئے ہوں گے، رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی اور جس کو ہر بھلائی سے دور ہانک دیا گیا ہو۔ اُسے بھی مقبوح کہتے ہیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے کفریہ اعمال آگ، سانپ، بچھوؤں کی طرح عذابوں کی شکل اختیار کر لیں گے آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے آگ کی طرف بلاتے ہیں، اگرچہ اس دنیا میں ان کی بدعملی کی شکل آگ کی نہیں مگر حقیقت اس کی آگ ہی ہے کہ ان کی یہ برائی قیامت کو آگ میں لے جائے گی۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کیلئے بصیرت افروز تھی اور رحمت تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۴۳) اور آپ (طور کی) مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا اور نہ آپ اس وقت اُن کو دیکھنے والوں میں سے تھے (۴۴) لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں سو ان پر لمبا زمانہ گزر گیا اور نہ آپ اہل مدین میں رہتے تھے کہ آپ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے البتہ ہم ہی آپ کو رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں (۴۵)

تفسیر

پہلی قومیں جب اپنی بدکرداری کی سزا بھگت چکیں اوراس کا انجام فرعون اوراس کے لشکروں نے دیکھ لیاتواس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کوکتاب عطا کی گئی تاکہ انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہو،ان آیات مقدسہ میں فرمایا گیامحبوب!(ﷺ) جب ہم نے موسیٰ کوحکم دیا آپ پاس نہ تھے جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے نمائندوں کوشریعت کی پابندی کا عہد لینے کیلئے بلایا گیا آپ اس وقت بھی موجود نہ تھے آپ اہل مدین کے پاس نہ تھے کہ آپ انہیں ہماری آیات سنارہے ہوتے مگراس وقت کی خبریں بھیجنے والے ہم ہیں۔ان معلومات کے حاصل کرنے کا براہ راست آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا،آپ ہزارہا سال گزر جانے کے بعداس طرح بیان کررہے ہیں گویا یہ سب کچھ تمہارا آنکھوں دیکھا حال ہے۔اس کے سوا کوئی اوروجہ نہیں کہ ہم نے آپ کووحی کے ذریعہ یہ سب کچھ بتایا۔

یہ آیات مبارکہ حضورﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں کہ حضورﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی ولادت،فرعون کی غرقابی،موسیٰ وفرعون کا مکالمہ یہ سارے واقعات تفصیل سے بیان کردیئے،حالانکہ حضورﷺ اس وقت موجود نہ تھے یہ دلیل ہے کہ حضورﷺ پروحی کا نزول ہوا،آپ کووحی کے ذریعہ تمام واقعات بتادیئے گئے اور یہ آپ کے برحق رسول ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اس وقت مکہ کے کسی فرد نے یہ نہ کہا کہ یہ باتیں تم نے فلاں راہب سے سنی ہیں نہ ہی کوئی اس وقت کتابوں کا ایسا ذخیرہ موجود تھا جس میں یہ ساری تفصیلات ہوتیں،اہل مکہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضورﷺ نے دنیا کے کسی فرد سے نہ کچھ پڑھا ہے نہ سیکھا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی صورت تھی کہ حضور کے پاس کوئی عبرانی، یونانی مترجم ہوں جو آپ کوترجمے کرکے دے رہے ہوں نہ ہی آپ نے اپنے شام وفلسطین کے سفروں میں کوئی ایسا موادلیا تھا۔قرآن مقدس نے اس عنوان کوکئی اور مقامات پراس طرح بیان فرمایا ہے"ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك "حضرت زکریا اور مریم علیہما السلام کے قصہ کواسی طرح بیان فرمایا یوسف علیہ

السلام کا ذکر فرماتے بھی یہی کلمات فرمائے گئے ''ذالك من انباء الغيب'' نوح علیہ السلام کے ذکر سے بھی یہی انداز ملتا ہے ''تلك من انباء الغيب'' غرضیکہ یہ آیات مقدسہ حضور ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل ہیں ۔قرنِ اولیٰ سے مراد قوم نوح،قوم عاد اور قوم ثمود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قرن کتنی مدت ہے؟ تو فرمایا سو سال،بعض نے ایک سو بیس سال کہا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْآ اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

صدق اللہ العظیم

اور نہ آپ طور کی جانب تھے جب ہم نے ندا فرمائی تھی لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اُس نے آپ کو یہ غیبی خبریں بتائیں تا کہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۴۶) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم مومن ہو جاتے (۴۷) پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا ان کو ایسے معجزے کیوں نہیں

دیئے جیسے معجزے موسیٰ کو دیئے گئے تھے، کیا
اس سے پہلے (کافروں نے) موسیٰ کے
معجزوں کا کفر نہیں کیا تھا، انہوں نے کہا یہ
دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار
ہیں اور انہوں نے کہا بے شک ہم ہر ایک کا کفر
کرنے والے ہیں (۴۸)

تفسیر

حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب آپ تو طور کے دامن میں بھی اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا مگر آپ کے رب کی رحمت ہے کہ آپ کو غیبی خبریں دی جارہی ہیں تاکہ تم ان لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔

اس آیہ کریمہ کی تشریح میں علامہ قرطبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو ندا کرتے ہوئے فرمایا، اے اُمت محمدیہ تمہارے دعا کرنے سے پہلے میں نے تمہاری دعا کو قبول کیا، تمہارے مانگنے سے پہلے میں نے تمہیں دے دیا، تمہاری استغفار سے پہلے تمہیں بخش دیا اور رحم فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے حضور کی اُمت کی فضیلت بیان فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام نے خواہش ظاہر کہ مجھے اس امت کو دکھایا جائے تو جواب ملا تم دیکھ نہ سکو گے میں انہیں بلاتا ہوں اور تمہیں ان کی آواز سناتا ہوں، عرض کی یا اللہ! مجھے آواز ہی سنا دے تو اللہ تعالیٰ نے بلایا اے اُمت محمد! تو اُمت محمدیہ نے اپنے باپوں کی پشتوں سے جواب دیا۔

تو آیہ کریمہ کا یہ معنی ہوگا کہ آپ اس وقت طور کے پاس نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ سے کلام کیا اور آپ کی اُمت کو آواز دی اور موسیٰ کو بتایا کہ ہم نے تجھے اور تیری اُمت کو بڑی فضیلت دی ہے۔ اگلی آیہ

پاک میں فرمایا کہ تجھے نذیر بنا کر اس لئے بھیجا گیا کہ لوگ اپنی بداعمالی سے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو وہ یہ نہ کہیں یا اللہ تو نے ہماری طرف رسول ہی نہیں بھیجا اگر رسول آتا تو ہم تیری آیتوں کی اتباع کرتے اور مومن ہوتے اور جب ان کے پاس حق آ گیا اور رسول نے انہیں توحید کی دعوت دی تو اعتراض کر دیا یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے نبی تو تھے موسیٰ (علیہ السلام) جن کے پاس عظیم معجزے تھے، کفار کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا، ان سے پوچھو کیا موسیٰ کے معجزات کو دیکھ کر تمہارے باپ دادا نے انہیں نبی مان لیا تھا جب وہ موسیٰ کے معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لائے تھے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے انہوں نے موسیٰ و ہارون دونوں کو کہا یہ دونوں جادوگر ہیں، ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں، اُنہوں نے کہا کہ ہم انکار کرتے ہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

(محبوب آپ کہئے) تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو (۴۹) اگر یہ آپ کی دعوت قبول نہ کریں تو جان لیجئے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی پیروی کرے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۵۰) اور ہم مسلسل اپنا کلام لوگوں کیلئے بھیجتے رہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۱) جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں (۵۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

کفار کا انکار جب حد سے بڑھ گیا اور وہ کسی طرح بھی ایمان قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو بارگاہ قدس سے حضور ﷺ کو حکم دیا گیا محبوب! انہیں یہ کہیں اگر قرآن وتوراۃ دونوں کے تم منکر ہو گئے ہو تو کوئی اور ایسی کتاب لے آؤ جو قرآن وتورات سے زیادہ ہدایت بخش ہو، مجھے کوئی ضد نہیں میں اس کی پیروی کرلوں گا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ کفر کا اندھیرا ختم ہو اور ہر طرف توحید کا نور چمکے، ہدایت واضح ہوا گر وہ تجھے اس کا جواب نہ دے سکیں تو پھر جان لو کہ یہ لوگ دراصل اپنی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں اور اس شخص نے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرے، اللہ ایسے گمراہوں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا اور ہم انہیں نصیحت کی باتیں پے در پے بتا چکے ہیں کہ نصیحت حاصل کریں جہاں تک نصیحت ادا کرنے کا تعلق ہے ہم قرآن پاک میں بیان کر چکے ہیں لیکن ہدایت نصیب تو اسی کو ہوگی جو حسد اور ہٹ دھرمی چھوڑے اور تعصّبات سے دلکو پاک کر کے سچائی کو قبول کرنے کیلئے تیار ہو۔

آیہ مبارکہ میں ''ولقد وصلنا'' فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رکھا اور بہت سے نصیحت کے مضامین کو بار بار ذکر کیا کہ سننے والے متأثر ہوں، اس آیہ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا اہم پہلو یہ تھا کہ وہ حق بات کو مسلسل کہتے رہتے تھے، لوگوں کا انکار، ضد ہٹ دھرمی انکی لگن میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی ایک مرتبہ حق بات سمجھ نہ پائے تو اسے دوبارہ دہرادی جائے پھر نہ سمجھ سکے تو سہ بارہ کہی جائے بالآخر وہ سوچنے پر مجبور ہوگا، آج بھی وعظ و نصیحت کا کام کرنے والوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے اور لوگوں کی سختی، درشتی کو ہمت حوصلہ اور صبر سے برداشت کرنا چاہیئے، اگر یہ وعظ ونصیحت کا یہ طریقہ جاری رکھا گیا تو بالآخر کامیابی ہوگی۔

وَصلّٰی اللّٰــهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیّدِنَـا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب ان پر اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم اس سے پہلے ہی اطاعت گزار ہو چکے ہیں (۵۳) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ اس میں سے نیکی کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں (۵۴)

تفسیر

ہجرت حبشہ کے موقع پر جب صحابہ حبشہ پہنچے، صحابہ کے مخالفین بھی پیچھے پہنچے اور نجاشی کو شکایات کیں کہ اس گروہ کو نکال دیا جائے یہ ایسے ہیں ایسے ہیں۔ شاہ حبشہ نے کہا میں جائزہ لیتا ہوں، مہاجرین کو بلایا گیا پوچھا کہ آپ لوگوں کے نظریات کیا ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے ہو تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضورﷺ کی حقانیت پر زبردست خطاب فرمایا اور سورہ مریم کی آیات مبارکہ پڑھیں تو نجاشی اور اس کے سارے درباری متأثر ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے نجاشی نے ساری صورت حال کا جائزہ لینے کیلئے بارہ آدمیوں کا وفد مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ حضورﷺ کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرے جونہی یہ گروہ مکہ پاک پہنچا تو ابو جہل اور اس کے حواری بھی تماش بینی کے طور پر جمع ہو گئے، یہ گروہ حضورﷺ سے متأثر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے آوازے بلند کئے اور کہا خدا تمہارے وفد کو ناکام کرے تم نے فوراً اسلام قبول کر لیا ہم نے آج تک تم جیسا احمق نہیں دیکھا یہ لوگ

چونکہ مطمئن تھے انہوں نے کفار کی سخت کلامی کو برداشت کیا اور صرف یہ کہا تم سلامت رہو تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، تم سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں ۔اس روایت کو قرطبی نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ان کے حق میں فرمایا گیا جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر پہلے ایمان لا چکے بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے نزول سے پہلے اپنی کتابوں میں اس کی بشارت پڑھ کر ایمان لا چکے ہیں یا اپنی کتابوں میں حضورﷺ کی بعثت کے متعلق پڑھ کر پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں یا یہ معنیٰ کہ ہمارا پہلے ہی ایمان تھا حضور مبعوث ہوں گے اور آپ پر قرآن نازل ہوگا ،معلوم ہوتا ہے یہ وہ لوگ تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے اور انجیل میں حضور کی بشارات سے متاثر تھے اور اس مبشر نبی کی رسالت کو تسلیم کر چکے تھے اس کے بعد فرمایا گیا انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا کہ انہوں نے صبر کیا اور برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا نیکی پر خرچ کرتے ہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلقِهٖ

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال تمہارے لئے تمہارے اعمال تمہیں سلام ہو ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے (۵۵) بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (۵۶) انہوں نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں گے کیا ہم نے ان کو حرم میں نہیں آباد کیا جو امن والا ہے اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے (۵۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایک خاص گروہ کی صفات کا ذکر فرمایا گیا، ایک صفت یہ کہ جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اسے حق مانتے ہیں، دوسرا وصف یہ کہ مشکلات و مصائب پر صبر کرتے ہیں تیسرا وصف یہ کہ نیکی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ نیکی سے دیتے ہیں، چوتھا وصف یہ ہے کہ ہماری طرف سے دیئے گئے مال سے نیکی پر خرچ کرتے ہیں، اس آیہ میں ان پانچوں وصف کا ذکر

ہے کہ لغو و بیہودہ بات سن کر طیش وغصہ میں نہیں آتے ، گالی گلوچ پر نہیں اُترتے اور یہ کہہ کر معاملہ ختم کردیتے ہیں کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تم سلامت رہو۔ ہم جاہلوں سے اُلجھنے کے خواہاں نہیں۔ ''انك لا تهدیٰ'' کے ارشاد سے حضور ﷺ کو فرمایا جارہا ہے کہ اے محبوب کریم ہدایت بخشنا تیرا کام نہیں کہ جس کو تو چاہے، ہماری مرضی نہ ہو تو بھی اس کو ہدایت دے دے ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کون اس کے اہل ہے، کہ اُسے ہدایت دی جائے اور اس کا دل نور ایمان سے روشن ہو چونکہ حضور ﷺ کی آرزو تھی کہ کوئی بھی دولت ایمان سے محروم نہ رہے۔ یہ ارشاد حضور کو تسلی دینے کیلئے فرمایا گیا اکثر مفسرین نے اس آیہ کے شان نزول کے متعلق یہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے چچا ابو طالب کے انتقال کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا، چچا تم لا الہ الا اللہ کہہ دو تا کہ میں تمہاری شفاعت کرسکوں تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کردیا تو اس وقت یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

اگلی آیہ مبارکہ میں کفار کا اسلام قبول کرنے سے ایک اور بہانہ بنانا ذکر کیا جارہا ہے، کفار نے کہا اگر ہم آپ کی اتباع کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ قرب وجوار کے بسنے والے مشرکین ہمیں اُچک کرلیجائیں گے، ہم اپنی بقاء اور سلامتی کیلئے آپ کی بات ماننے سے مجبور ہیں۔ ان کے اس بہانہ کا جواب اس طرح فرمایا گیا ہے کہ تم ذرا سوچو مکہ مکرمہ اور اس کے قرب وجوار میں کسی قسم کی کھیتی باڑی نہیں ریگستان ہی ہے مگر تمہیں اس حرم کے سایہ میں رہنے سے کس قدر طرح طرح کی نعمتیں مل رہی ہیں، دنیا بھر کے پھل تمہیں دستیاب ہیں اگر تمہارے کفر کی حالت میں تمہیں یہ انعامات مل رہے ہیں تو اِسلام قبول کرلینے کے بعد یہ کیسے ہوگا کہ تمہیں دشمن برباد کردے اور خدا کی رحمت تمہاری مدد نہ کرے یا رزق کے دروازے تم پر بند کردے۔

آیہ پاک میں ''من لدنا'' کا ارشاد بہت بڑی راہنمائی کررہا ہے کہ دنیا والو! سوچو رزق دینا، عزت دینا، نعمتوں سے نوازنا ہمارا کام ہے ہمیں پر توکل و بھروسہ کرو ہمیں ہی راضی رکھو تمہاری معاشی حالت کو بہتر بنانا ہمارا کام ہے کسی کا نہیں مگر اکثر لوگ اس راز کو جانتے نہیں۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۭ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا‌ ۚ فَتِلۡكَ مَسٰكِنُهُمۡ لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَكُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا‌ ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتُهَا‌ ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کے رہنے والے اپنی خوشحالی پر فخر کرتے تھے سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت کی گئی اور آخر کار ہم ہی وارث ہیں (۵۸) اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک کہ ان کے مرکز میں رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف انہیں بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں (۵۹) اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اچھا ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (۶۰)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں کفار کے بے معنی عذر کا ذکر کیا گیا کہ وہ کہتے ہیں اگر ہم اسلام کی طرف مائل ہوئے تو قرب و جوار کے لوگ ہمیں اُچک لیں گے تو اس کا ایک جواب یہ دیا گیا تھا جس اللہ نے تمہیں حالت کفر میں بے شمار انعامات سے نوازا ہے اور تمہاری زمین کو ہر خطرہ سے محفوظ کر دیا ہے باوجودیکہ اس زمین میں کوئی شے پیدا نہیں ہوتی، ساری دنیا کی پیداوار یہاں لا کر جمع کر دی تو تمہارا خطرہ کیسی بڑی

جہالت ہے کہ خالق کائنات پر ایمان لانے کی صورت میں تم سے یہ نعمتیں سلب ہو جائیں گی۔اس کے بعد دوسرا جواب یہ ہے جس میں بتلایا گیا، دنیا کی دوسری کافر قوموں پر نظر ڈالو کہ ان کے کفر وشرک سے خطرہ محسوس نہیں کرتے ،ایمان سے ڈر محسوس کرتے ہو ایک اور تیسرا جواب اس طرح دیا گیا،اگر بالفرض ایمان لانے سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچ ہی جائے تو وہ چندروزہ ہے جیسے دنیا مال واسباب عیش وعشرت چندروزہ ہے ایسے ہی یہ تکلیف بھی چندروزہ ہے۔عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تکلیف وہ محسوس کی جائے جو ہمیشہ رہنے والی ہے چندروزہ تکلیف برداشت کر لینا عقل مندی کی دلیل ہے۔پچھلی قوموں کی جن بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا وہ اب تک غیر آباد ہیں مگر بہت قلیل اگران بستیوں میں کوئی رہتا بھی ہے تو بہت تھوڑی دیر کیلئے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک برباد نہیں کرتا جب تک کہ اس قوم کے بڑے شہروں میں اپنے کسی رسول کے ذریعہ پیغام حق نہ پہنچائے۔مکہ والو! تمہارے پاس بھی ہم نے اپنا رسول بھیجا جو سب رسولوں کا سردار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کی دعوت کو ٹھکرا دو اور عذاب سے دوچار ہو جاؤ۔ہم بستیوں کو برباد اُسی وقت کرتے ہیں جب ان کے رہائشی ظالم ہوں۔

آخری آیہ پاک میں فرمایا جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس سے دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھا لینا ہے وہ یہیں کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے۔دنیا کی کوئی راحت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہی ہے تم عقل کیوں نہیں کرتے۔نعمتوں کے چھن جانے کے خطرہ سے ایمان نہیں لاتے ہو عقل کرو یہ سب نعمتیں عارضی ہیں، اللہ کے ہاں جو اجر ہے وہ دائمی ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا سارا مال اُسے دیا جائے جو سب سے زیادہ عقل مند ہو تو اس کے مال کے حقدار وہی لوگ ہوں گے جو عابد وزاہد ہوں گے،اطاعت گزار ہوں گے کہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اطاعت گزاری عبادت وریاضت میں وقت گزارے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا جس کو وہ حاصل کرنے والا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کی چیزیں دیں پھر وہ قیامت کے دن (مجرموں کے ساتھ) حاضر کیا جائے گا (۶۱) اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے (۶۲) وہ لوگ کہیں گے جن کے متعلق وعید ثابت ہو چکی ہے اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا ہم نے ان کو اس طرح گمراہ کیا جس طرح ہم خود گمراہ ہوتے تھے ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں یہ صرف ہماری عبادت نہیں کرتے تھے (۶۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

کفار غریب مسلمانوں کو دیکھ کر اسی میں بہتری جانتے کہ اسلام قبول نہ کیا جائے ورنہ غریب مسلمانوں کی طرح ہم بھی پھنس جائیں گے۔ اس آیہ کریمہ میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری غلط فہمی یا کج فہمی ہے یہ سوچو ہم نے نیک لوگوں سے جو عنایات کے وعدے کئے ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں تمہاری ساری نعمتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور چند روزہ عیش کی زندگی کے بعد وہ قیامت کے دن مجرموں کے

کٹھرے میں پیش کیا جائے گا۔اگلی آیہ پاک میں دنیا کی دولت عیش وعشرت پر گھمنڈ کرنے والوں سے فرمایا جارہاہے اس دن کا خیال کرو جب تمہیں کہا جائے گا وہ تمہارے معبود کہاں ہیں جن کو ہمارا شریک ٹھہراتے تھے اس وقت وہ افسوس کریں گے مگراس دن کا افسوس انہیں فائدہ نہ دے سکے گا وہ کہیں گے جن پر عذاب کا فرمان ثابت ہو چکا،اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا ہم نے انہیں بھی گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے۔یعنی ہم نے انہیں زبردستی گمراہ نہیں کیاان سے سوچنے کی صلاحیتیں سلب نہیں کی تھیں نہ ان کا ہاتھ پکڑ کرغلط راستہ کی طرف چلایا بلکہ جیسے ہم اپنی مرضی سے گمراہ ہوتے تھے اسی طرح ان کے سامنے بھی گمراہی پیش کی اورانہوں نے اپنی مرضی سے اُسے قبول کرلیا ہم ان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے ہم ان سے بیزار ہوکر تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں اوروہ ہماری پرستش نہیں کیا کرتے تھے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

اوراُن سے کہا جائے گا ان کو بلاؤ جن کوتم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھےتو وہ انکو پکاریں گے سووہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور وہ سب عذاب دیکھیں گے کاش وہ ہدایت پالیتے (۶۴) اورجس دن وہ انہیں ندا کر کے فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا(۶۵) تو اس دن ان سے خبریں پوشیدہ ہوجائیں گی پس وہ ایک دوسرے سے سوال نہ کرسکیں گے(۶۶) سوجس نے توبہ کی اورایمان لایا اوراچھے کام کئے تو وہ کامیاب لوگوں سے ہوگا (۶۷) اور

آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو
چاہتا ہے پسند کرتا ہے اس میں اُن کا کوئی
اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور ان چیزوں سے
بلند و بالا ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے
ہیں (٦٨)

تفسیر

قیامت کے دن کفار و مشرکین سے کہا جائے گا اب اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو پکارو کہ وہ تمہاری مدد کریں، دنیا میں تم ان پر بھروسا کرتے تھے ہماری بات نہیں مانی تھی اَب انہیں بلاؤ کہ وہ تمہاری مدد کریں اور تمہیں عذاب سے بچائیں مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے، کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے، ان لوگوں سے پھر ایک اور بات پوچھی جائے گی ہمارے رسول تمہارے پاس آئے تھے تم نے اُنہیں کیا جواب دیا، اس سوال پر وہ پریشان ہوں گے ان پر ہیبت طاری ہو جائے گی ان کی اس حالت کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا، ''عمیت علیھم الانباء ''ان کی ساری دلیلیں اندھی ہو کر رہ جائیں گی اور دہشت کے سبب ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھ سکیں گے ہاں جس نے توبہ کی ایمان لایا اور اچھے کام کئے وہ کامیاب لوگوں سے ہوگا۔

کفار کے بے تکے سوالات اور بے معنی مشوروں کے جواب میں ایک ہی ارشاد فرمایا گیا، میرے محبوب کو تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں، اللہ خود علیم ہے خبیر ہے قدیر ہے جو چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے انہیں کچھ اختیار نہیں اللہ پاک ہے برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جسے چاہے اعزاز کیلئے انتخاب فرمائے، مشرکین مکہ کے اس قول کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل ہی کرنا تھا تو کسی بڑے آدمی پر نازل کرتا جواب فرمایا گیا وہ

اختیار والا ہے جسے چاہے نوازے، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات میں منفرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو احکام جاری کرنے میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں جو چاہے فرمائے اور جسے چاہے اعزاز دے تمہارا یہ کہنا ایک یتیم پر قرآن نازل کیوں کیا، بے تکا سوال ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

وَصلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾

اور تیرا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جن کو ظاہر کرتے ہیں (٦٩) اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، دنیا و آخرت میں اس کیلئے تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (٧٠) آپ کہئے یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے لئے قیامت تک کی مسلسل رات بنا دے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے کیا تم نہیں سنتے (٧١) آپ کہئے بتاؤ اگر اللہ تمہارے لئے قیامت تک کا مسلسل دن بنا دے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے رات لے کر آئے جس میں تم آرام کر سکو کیا تم دیکھتے نہیں (٧٢)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب کریم! آپ کفار سے کہہ دیں تم لوگ حیلے بہانے بناتے ہو اور اپنے سینوں میں جو کچھ چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اللہ ان سب کو جانتا ہے۔ اگلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ

نے اپنے وحدۂ لاشریک ہونے کا ذکر فرمادیا، وہی اللہ ہے اس کے بغیر کوئی دوسرا معبود نہیں دنیا وآخرت میں اسی کیلئے تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''ارئیتم'' کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ تمہارے لئے دن بنایا ہے کہ اس میں کام کاج کرو، اپنی ضروریات کیلئے محنت مزدوری میں مصروف رہو، روزی حاصل کرو اور رات بنائی ہے کہ اس میں آرام کرو، دن کو سورج کی گرمی میں رکھا ہے کہ پھل پک جائیں، رات کو چاند کی روشنی اور کرنوں میں رکھا ہے کہ پھلوں میں رس پیدا ہو جائے کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تم پر کس قدر کرم کیا ہے اگر وہ رات کو قیامت تک لمبا کر دیتا تو کون ہے جو اللہ کے بغیر تمہیں روشنی دے اور اگر وہ دن کو قیامت تک لمبا کر دے تو بتاؤ، تمہارے لئے کوئی معبود ہے جو رات کو لے کر آئے کہ تم اس میں سکون کر پاؤ۔

آیہ مبارکہ میں رات کے ذکر کے ساتھ تو اس کا فائدہ ذکر فرمادیا کہ اس میں تمہیں سکون ملتا ہے آرام ملتا ہے اس کے مقابل دن کے ذکر کرنے میں، ضیاء کے ساتھ کسی فائدہ کا ذکر نہیں فرمایا گیا واضح ہے کہ دِن کی روشنی اپنی ذات میں افضل ہے اور ظلمت سے روشنی کا بہتر ہونا واضح ہے، روشنی کے فوائد اس قدر نمایاں ہیں کہ انہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں بخلاف رات کے وہ اندھیری ہے، اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہیں رکھتی، اس کی فضیلت لوگوں کے آرام کے سبب سے ہے اس کو بیان فرمادیا گیا ہے۔ دن کا ذکر کر کے فرمایا کیا تم سنتے نہیں جس میں اشارہ ہے دِن کے فائدے بے شمار ہیں، جن کا آنکھ احاطہ ہی نہیں کر پاتی وہ کانوں کے ذریعہ ہی سنے جاسکتے ہیں۔ رات کا ذکر فرماتے'' افلا تبصرون '' فرمایا کہ رات کے فوائد بہ نسبت دِن کے کم ہیں وہ دیکھے بھی جاسکتے ہیں، اس لئے'' افلا تبصرون'' فرمایا (واللہ ورسولہ اعلم)

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ
النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٧٣
وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ
يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝٧٤
وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ
الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ۝٧٥

صدق الله العظیم

اوراس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کواوردن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرواوراس (دن) میں اس کے فضل کو تلاش کرو اورتا کہ تم شکرادا کرو (۷۳) اور جس دن وہ ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے (۷۴) اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو الگ کر لیں گے پھر ہم کہیں گے اپنی دلیل لاؤ تب وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے وہ اُن سے گم ہو جائے گا (۷۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا کہ تمہارے لئے دن بنایا کہ کام کاج کرو، رات بنائی کہ آرام کرواگر قیامت تک کیلئے رات ہی ہوتی یا دن ہی اتنا لمبا ہوتا تو کائنات کا نظام کیسے چلتا۔اس آیہ میں فرمایا گیا یہ سب کچھ اُس نے اپنی رحمت سے ہی کیا ہے کہ رات سکون کیلئے ہے، دن تلاش رزق کیلئے۔شائد کہ تم شکر گزار بنو، وہ آنے والا دن یاد کرو جب خدا فرمائے گا کہاں ہیں وہ جنہیں تم میرے شریک گردانتے تھے ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جو ان کے کفر کی گواہی دیں گے۔

اُن سے دلیل لانے کا مطالبہ کیا جائے گا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معقول وجہ بیان کرو جس کی بناء پر شرک کو صحیح سمجھتے تھے اور نبوت کا انکار ضروری جانتے تھے، کم از کم یہی بتاؤ کہ اللہ کی طرف سے تمہیں تمہاری

غلطی پر متنبہ کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اس وقت انہیں عین الیقین سے معلوم ہو جائے گا کہ سچی بات خدا کی تھی، جو انبیاء کے ذریعہ بتادی گئی تھی اور شرک کا دعویٰ جھوٹا تھا اور دنیا میں جو باتیں گھڑا کرتے تھے آج کسی کا پتہ نہ رہے گا اس لئے کہ حق کے انکشاف کیلئے باطل کا غائب ہو جانا ضروری ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اُس نے ان کے خلاف بغاوت کی اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو تھکا دیتی تھیں جب اس کی قوم نے اس سے کہا غرور نہ کر اللہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۷۶) اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اُس سے آخرت کے گھر کی تلاش کر اور دنیا کے حصہ کو بھی نہ بھول اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور ملک میں سرکشی نہ کر اللہ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۷۷)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

کفار و منکرین کے حالات کے بعد اُنہیں قارون کا حال بتایا جا رہا ہے کہ دیکھ لو قارون کو اس کے مال متاع نے کوئی فائدہ نہ دیا، اس کی سرکشی بغاوت کے ساتھ اس کا مال و متاع بھی برباد ہو گیا۔ سورہ قصص

شریف کے آغاز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا ذکر تھا جو ان کو فرعون اور درباریوں کے ساتھ پیش آیا تھا، یہاں ان کا دوسرا قصہ بیان فرمایا جا رہا ہے جو آپ کی برادری کے آدمی قارون کے ساتھ پیش آیا۔ پچھلی آیہ پاک میں ارشاد تھا کہ دنیا کا مال و دولت جو تمہیں دیا جاتا ہے وہ چندروزہ متاع ہے اس سے محبت دانشمندی نہیں، قارون کے متعلق بتایا جا رہا ہے اس نے مال دولت کے غرور میں نصیحت کو بھلا دیا، اللہ کی ناشکری کی اور مال سے لوگوں کے حقوق دینے سے بھی منکر ہو گیا جس کے نتیجہ میں اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

قارون موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا بعض نے کہا وہ چچا زاد بھائی تھا، اسے اپنی قوم بنی اسرائیل کی غربت محتاجی خستہ حالی کا کوئی احساس نہ تھا، فرعون کا حامی تھا بنی اسرائیل کو فرعون سے ہمدردی کا درس دیتا تھا اور فرعون کے ساتھ وفاداری کو اہمیت دیتا تھا۔ اسی مصر سے فرعون نے اس پر اپنا خزانہ وسیع کر رکھا تھا اور یہ قارون فرعونی سلطنت کا ایک اہم رکن بن گیا تھا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہنے میں یہ بھی پیش پیش تھا۔ اللہ نے اسے اتنے خزانے دے دیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت کو اس کے خزانوں کی چابیاں بوجھ سے جھکا دیتی تھیں، یہ مصر کا عظیم رئیس بن گیا تھا اسے قوم نے کہا زیادہ اترانے سے بچ، اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اُسے کہا گیا جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر کہ قیامت کے دن تیری نجات کا سامان ہو جائے، ایسا بھی نہیں دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہو جا، دنیا سے بھی اپنا حصہ حاصل کر اور غریبوں پر احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین پر فساد نہ کر اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

صدق اللہ العظیم

اس نے کہا یہ مال مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اس سے پہلے اللہ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا (۷۸) ایک دن وہ اپنی سج دھج کے ساتھ قوم میں نکلا جو لوگ دنیاوی زندگی کے شائق تھے انہوں نے کہا کاش ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے بے شک وہ (قارون) بڑے نصیب والا ہے (۷۹) اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا اُنہوں نے کہا تم پر افسوس ہے جو شخص ایمان لایا اور نیک کام کئے اس کیلئے اللہ کا اجر بہت اچھا ہے اور یہ نعمت صبر کرنے والوں کو ملتی ہے (۸۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا کہ قارون سے کہا گیا کہ تو بھی لوگوں سے اچھائی کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور ذہن میں فساد نہ کر اس کے جواب میں قارون نے کہا میرے پاس مال و دولت کی فراوانی میرے ذاتی علم کا نتیجہ ہے کسی کی دین نہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے یہاں علم سے مراد تورات ہے یہ تو راۃ

کا بڑا عالم تھا اور ان ستر افراد سے تھا، جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے میقات کیلئے منتخب کیا تھا مگر اسے اپنے علم پر غرور پیدا ہو گیا اس کے علم کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ معاشی علوم کاروباری، واقفیت، تجارت وصنعت کی معلومات اور وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ کاروباری کمالات بھی تو اللہ نے ہی دیئے ہیں۔

بارگاہِ قدس سے جواب ملا، اس ظالم کو اتنا علم بھی نہیں کہ اس سے پہلے کئی قومیں برباد ہو گئیں حالانکہ وہ قوت میں اس سے کہیں زیادہ طاقتور تھیں اور مال جمع کرنے میں بہت آگے تھیں۔ مجرموں سے ان کے گناہ پوچھے نہیں جائیں گے، یعنی ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا گناہ کئے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی علم ہے، سوال یہ ہوگا کہ تم نے یہ گناہ کئے کیوں تھے؟

اس کی حالت یہ تھی کہ جب وہ اپنی سرکشی، تکبر وغرور کے ساتھ بن ٹھن کر نکلتا تو کچھ دنیادار لوگ کہتے کاش ہمیں بھی اس جیسی دولت دی جاتی، یہ قارون تو بہت خوش نصیب ہے مگر اہل علم لوگ جو دنیا کی حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ فانی ہے برباد ہونے والی ہے، محض چندروزہ چمک ہے ان کے دلوں میں ایسی خواہش پیدا نہیں ہوتی وہ دوسرے لوگوں کو بھی آگاہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن کو جو کچھ ملنے والا انعام ہے اس کے سامنے اس ٹھاٹھ باٹھ کی کوئی حیثیت نہیں اور یہ انعام صابروں کے بغیر کسی کو نصیب نہیں۔

آیہ مبارکہ میں یہ بھی اشارہ دے دیا گیا ہے، کہ ازلی ابدی نعمتیں صبر حوصلہ، ہمت، اخلاص کے جواب میں ملتی ہیں محض خالی دعویٰ کرنے سے نہیں۔ ان انعامات کو حاصل کرنے کیلئے ان اوصاف سے گزرنا ضروری ہے اور حرام خوروں کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر رشک وتمنا کے جذبات سے بے چین ہونے کی بجائے ان پاکیزہ صفات کو اپنایا جائے اِسی میں حقیقی کامیابی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

صدق اللہ العظیم

سو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا (۸۱) اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر فلاح نہیں پاتے (۸۲)

تفسیر

قارون کا تکبر وغرور سے چلنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا، اللہ تعالیٰ متکبروں کو برباد کر دیتا ہے، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا پچھلی اُمتوں سے ایک شخص تکبر وغرور سے چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ قارون کے زمین میں دھنسنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ مال و دولت پر مغرور تھا اللہ تعالیٰ کو اس کی ہر حرکت ناپسند تھی، دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے موسیٰ علیہ السلام نے اُسے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا تو وہ آپ کا دشمن بن گیا آپ سے حسد کرتا تھا، قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رشوت دی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگائے چنانچہ موسیٰ علیہ

السلام خطبہ دے رہے تھے تو اس عورت نے کہا موسیٰ آپ وہی ہیں نا جس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے الزام پر پریشان ہوگئے، آپ نے اس سے کہا تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے سمندر میں تمہارے لئے رستہ بنایا تھا، فرعون کو غرق کیا تھا سچ سچ بتا، اب اس عورت نے لوگوں کے سامنے قارون کے رشوت دینے کا واقعہ پیش کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے قارون کی سزا طلب کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے، آپ نے زمین سے کہا تو قارون اور اس کے محل کو نگل لے، سو زمین نے اُسے نگلنا شروع کیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا بالآخر وہ اپنے سارے مال ومتاع کے ساتھ زمین میں غرق ہو گیا۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو اسی مقام پر ابن کثیر دیکھیں۔

اب اس منظر کو دیکھ کر جو لوگ اس کے مقام تک پہنچے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے افسوس ہم بھول گئے تھے، اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھلا کر دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ ہم پر کرم نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسائے جاتے، افسوس ہم بھول گئے کافر فلاح نہیں پاتے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کیلئے بناتے ہیں جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ کرتے ہیں نہ فساد کرنے کا، بہترین آخرت پرہیزگاروں کیلئے ہے (۸۳) جو شخص نیکی کرے گا اس کی نیکی سے اُسے اچھا اجر ملے گا اور جو شخص برائی کرے گا تو جنہوں نے برائی کی اُنہیں صرف انہیں کاموں کی سزا ملے گی جو انہوں نے کئے تھے (۸۴)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾

بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کے لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) ضرور واپس لائے گا آپ کہئے میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت والا ہے اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے (۸۵)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

قارون کے تکبر وغرور اور اس کے اپنے مال ومتاع کے ساتھ برباد ہونے کے بعد نیک لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے اچھی آخرت ان لوگوں کے مقدر میں کی ہے جو تکبر وغرور سے بچتے ہیں اور زمین میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ ہی وہ فساد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، فرمایا اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے یہ پرہیزگار لوگ زمین میں اپنا غلبہ نہیں چاہتے، فساد نہیں چاہتے۔ لوگوں پر ظلم و جبر سے بچتے ہیں، نمرود فرعون قارون کی طرح سرکشی وغرور نہیں کرتے کسی شخص سے اس کی بڑائی عظمت چھیننے کا ارادہ نہیں کرتے۔ پھر فرمایا جو نیکی کرے گا اُسے اچھا بدلہ ملے گا اور جس نے برائی کی اُسے برائی کی سزا ملے گی جو اُس نے کی ہے

آیہ مبارکہ میں دار آخرت کی نجات کو صرف ان لوگوں کیلئے مخصوص کیا ہے جو متکبر نہیں سرکش نہیں دوسروں کو حقیر نہیں جانتے، فساد سے دور رہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہر معصیت زمین میں فساد ہے کیونکہ گناہ کے وبال سے دنیا کی برکت میں کمی آتی ہے۔ روح البیان میں اس طرح بھی ذکر ہے کہ کسی معصیت کا پختہ ارادہ کرنا بھی گناہ کے درجہ میں آجاتا ہے اگر خدا کے خوف سے ڈر کر توبہ کر لی تو اس کے نامہ اعمال میں ثواب درج ہوگا۔ آیہ کے آخر میں فرمایا، بہتر انجام متقین کا ہے، بہتر انجام کیلئے تکبر فساد سے بچنا اور اعمال صالحہ کی پابندی فرائض پر عمل ضروری ہے۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا، محبوب جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا یعنی اس کی تلاوت اور اس پر

عمل آپ پر فرض فرمایا وہی ذات پاک آپ کو پھر معاد پر لوٹائے گی یعنی مکہ مکرمہ لائے گی اگر کچھ وقت کیلئے آپ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا بھی مگر قرآن کے نازل کرنے والی ذات آپ کو پھر مکہ مکرمہ لائے گی۔ اس آیہ کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے جب حضور ﷺ ہجرت کے وقت غارِ ثور سے نکلے اور مکہ مکرمہ کا مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے، دشمن تعاقب میں تھا جب مقام جحفہ پہنچے جو مدینہ منورہ کی مشہور منزل رابغ کے قریب ہے وہاں سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کا راستہ مل جاتا ہے۔ مکہ کے راستہ پر نظر پڑی تو وطن یاد آیا اسی وقت جبریل یہ آیہ لے کر حاضر ہو گئے جس میں خوش خبری سنائی گئی کہ مکہ فتح ہو گا، آپ پھر آئیں گے مجھے ایک بزرگ نے یہ وظیفہ بتایا اگر کعبہ چھوڑتے وقت کوئی یہ آیہ تلاوت کرے اور پھر مکہ آنے کی دعا کرے تو بڑی اُمید ہے ہو پھر بھی حاضری دے گا، الحمد للہ عرصہ دراز ۵۷ سال سے (۲۰۱۱ء تک) یہ دعا میرا وظیفہ ہے اور کامیاب ہے، وللہ الحمد۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

اور آپ یہ اُمید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی، ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں (۸۶) اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ پر نازل کی گئی ہیں اور اپنے رب کی طرف بلایئے اور آپ شرک کرنے والوں سے ہرگز نہ ہوں (۸۷) اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز

ہلاک ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور تم اسی کی
طرف لوٹائے جاؤ گے (۸۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا مفہوم اس طرح ہے اے محبوب کریم ! (ﷺ) جس نعمت نبوت سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا ہے اس کیلئے نہ آپ نے کبھی دعا کی اور نہ ہی کبھی آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آپ پر قرآن نازل کیا جائے گا اور گزشتہ حالات معلوم ہو جائیں گے مگر آپ کے رب نے آپ پر رحم فرمایا اور آپ پر خبریں نازل کیں۔ آپ کی نبوت نہ تو حضرت ہارون کی طرح دعا سے حاصل ہوئی اور نہ یحیٰ وسلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث ملی۔ بعض لوگوں کو اس آیہ پاک سے یہ غلط فہمی ہوگئی کہ حضور اپنی نبوت سے بے خبر تھے یہ مفہوم صحیح نہیں۔ ترمذی شریف میں حدیث ملتی ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا حضور آپ پر نبوت کب واجب ہوئی تو فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلان نبوت سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ آپ کفار کے مددگار نہ بنیں اگر کفار ومشرکین زور ڈالیں کہ اس کتاب میں ترمیم کریں کچھ کانٹ چھانٹ کر دیں تو آپ اُن کی بات نہ مانیں۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ بظاہر خطاب حضور ﷺ کو ہے مگر رخ عام ایمانداروں کی طرف ہے کہ وہ کفار کے مددگار نہ ہوں۔ اگلی آیہ کریمہ میں بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ مشرکین آپ کے خلاف کتنا ہی زور کیوں نہ لگالیں یہ آپ کو اللہ کے احکام سنانے سے روکنے نہ پائیں۔ آخری آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا ذکر ہے کہ عبادت کے مستحق صرف وہی وحدہٗ لاشریک ہے اس کے بغیر ساری کائنات فانی ہلاک ہونے والی ہے صرف وہی باقی رہے گی۔ اسی کا حکم ہے اور اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سورۃ العنکبوت

اس سورہ پاک کی ۶۹ آیات اور سات رکوع ہیں یہ ساری سورت مکہ مکرمہ میں ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی۔اس سورہ پاک میں کفار ومشرکین کی زیادتیوں پر حوصلہ، ہمت اور درگزر کا درس دیا گیا ہے اپنے ایمان کو کفر وشرک سے محفوظ کرنے کیلئے دین پر ثابت قدمی کے اصول پر پکار ہنے کا حکم ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایمانداروں کا وہ طبقہ جو صبر واستقامت کے میدان میں کمزور ہے وہ دین کی برکات سے کما حقہ بہرہ ورنہیں ہوسکتا۔

اس سورۂ پاک میں رب قدوس جل مجدہٗ الکریم کی وحدانیت کے دلائل کو نہائیت آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے اگر کسی شخص میں تعصب نہ ہو تو وہ اس حقیقتِ توحید کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔اس سورۂ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا ہے جو لوگ ہمارے ہاں پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں تو ہم اُنہیں تنہا نہیں رہنے دیتے، منزل مقصود تک پہنچنے کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔

اس سورۂ پاک میں مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے اگر ظلم وستم نا قابل برداشت ہو جائے تو ایمان چھوڑنے کے بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ، خدا کی زمین وسیع ہے جہاں خدا کی بندگی کر سکو وہاں چلے جاؤ۔اس سورۂ پاک میں کفار ومشرکین کے اس انداز کا بھی جواب دیا گیا جو نومسلموں سے کہتے تھے تم اسلام کو چھوڑ دو، محمد (ﷺ) سے الگ تھلگ ہو جاؤ، اس کی سزا ہم بھگت لیں گے تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔

وَصلَّی اللّٰـہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ

سورۃ العنکبوت ۲۹ مکیۃ ۸۵ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | ایاتہا ۶۹ رکوعاتہا ۷

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا
اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣ اَمْ حَسِبَ
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ط
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٤ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا
لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ط وَ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٥ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا
يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ۝٦

صدق اللہ العظیم

الف لام میم (۱) کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں
کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا
کہ وہ کہیں ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا
نہیں جائے گا (۲) اور بے شک ہم نے ان
لوگوں کو آزمایا تھا جواُن سے پہلے گزرے پس
اللہ انہیں ضرور دیکھے گا جو (دعویٰ ایمان میں)
سچے تھے اور ایمان کے جھوٹے دعویداروں کو
ضرور دیکھے گا (۳) کیا برے لوگوں نے یہ خیال
کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے بڑا
غلط فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں (۴) جو شخص اللہ
تعالیٰ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے (وہ سن لے)
اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت ضرور آنے والا ہے
اور وہی ہر بات سننے والا ہے ہر چیز کو جاننے والا
ہے (۵) اور جو شخص حق کی حمایت کی کوشش کرتا
ہے تو وہ اپنے فائدہ کیلئے ہی کوشش کر رہا ہے
بیشک اللہ تعالیٰ تمام کائنات سے غنی ہے (۶)

تفسیر

مختلف روایات کی روشنی میں یہ آیہ مبارکہ اُن صحابہ کے بارہ میں نازل ہوئی جو مدینہ منورہ کی ہجرت کے موقعہ پر کفار کے ہاتھوں ستائے گئے، مگر مراد عام ہے ہر زمانے کے علماء، صلحاء اور اولیاء اُمت کو مختلف قسم کی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور آتی رہیں گے۔(قرطبی)

یہ آزمائش کبھی کفار و مشرکین کی دشمنی کے ذریعہ ہوتی ہیں اور کبھی یہ آزمائش امراض اور دوسری تکلیفوں کے ذریعہ ہوتی ہے اور بعض کیلئے یہ سب قسمیں جمع بھی کردی جاتی ہیں۔اس آیہ مبارکہ میں اسلام پر یقین رکھنے والوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ ہماری سنت ہے ہر ایمان لانے والے کی آزمائش کرتے ہیں، فرمایا جو لوگ پہلے گزر گئے ہم نے انہیں بھی آزمایا۔حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دن حرم کعبہ میں حاضر تھے اور حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) ہم پر مصائب بے شمار ہیں دعا فرما دیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا یہ مصائب صرف تم پر ہی نہیں تم سے پہلے لوگوں پر بھی آئیں، اُن ایمانداروں کو کفار زمین میں گاڑ دیتے پھر ان کے سر پر آرہ چلاتے، اُن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں، گوشت ہڈیاں برباد ہو جاتے اس کے باوجود وہ لوگ دین پر ثابت قدم رہے۔اے خباب! دین ہر سمت پھیلے گا اور اس قدر امن ہوگا کہ ایک آدمی صنعاء سے چل کر حضر موت تک جائے گا اور اُسے کسی قسم کا کوئی خوف خطرہ نہیں ہوگا۔

بدکردار لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جب ہم انہیں سزا دیں گے تو وہ ہم سے بھاگ جائیں گے اور ہم اُنہیں پکڑ نہ سکیں گے وہ یہ غلط فہمی دل سے نکال دیں کہ وہ ہمارے قابو نہیں آئیں گے۔اگلی آیہ پاک میں فرمایا جو بندہ حق کی سربلندی کیلئے کوشش کرتا ہے یہ اپنا ہی فائدہ کرتا ہے اگر کفار سے لڑے گا نہیں تو وہ اس پر غالب آجائیں گے، اسی کا نقصان ہوگا اس کا مال و اسباب لٹ جائے گا عزت برباد ہوگی۔اس آیہ پاک میں ایمانداروں کو جہاد کی ترغیب ہے، حق کی سربلندی کیلئے کوشش کا حکم ہے اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی کوشش کرے یا نہ کرے، نیکی پھیلانے میں اس کا اپنا بھی مفاد ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٧ وَ
وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ
وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٨
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝٩ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ
اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ
كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ
رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَ
لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ
الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠

صدق الله العظيم

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام
کیئے تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں
گے اور ہم اُن کے اچھے کاموں کی ان کو جزا دیں
گے (۷) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ
کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ
تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو
شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں تو تُو اُن کی
اطاعت نہ کر میری ہی طرف سب نے لوٹنا ہے
پھر میں تمہیں خبر دوں گا کہ تم کیا کام کرتے تھے
(۸) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک
کام کیئے ہم اُنہیں ضرور نیکوکاروں میں داخل
کریں گے (۹) اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں
ہم اللہ پر ایمان لائے پس جب اُنہیں اللہ کی راہ
میں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی تکلیف
کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں اور اگر
آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو
وہ کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ
ان چیزوں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام
جہان والوں کے سینوں میں ہیں (۱۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے جولوگ سچے دل سے ایمان لے آتے ہیں اور پھر اس ایمان کو اچھے کاموں سے مزین کر لیتے ہیں تو ہم ان کی غلطیوں کو اپنے دامن رحمت سے ڈھانپ دیں گے اور یہ ڈھانپنا ایسا ہوگا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ یہ کس قدر مجرم تھے اور انہیں ان کے اچھے کاموں کا صلہ دیں گے جو کرتے تھے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے کہ اُن سے نیازمند رہو، خدمت گزار بنو، والدین سے حسن سلوک کے ارشاد کو قرآن مقدس کے کئی مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ والدین کتنی بڑی نعمت ہیں اور اُن کی خدمت محبت کتنا بڑا عظیم کام ہے، ہاں اگر والدین اولاد کو شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں تو اس کی اطاعت نہ کی جائے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ والدین شرک کرنے کا حکم دیں تو یہ حکم نہ مانا جائے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ آیہ میرے حق میں نازل ہوئی، جب آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو اس وقت والدہ اسلام میں نہ تھیں حضرت سعد اپنی ماں سے بہت نیکی کرتے تھے، ایک دن ماں نے کہا بیٹے یہ کونسا دین ہے جو اَب ظاہر ہو رہا ہے اور کہا بیٹے مجھے رب کی قسم میں اس وقت تک کچھ کھاؤں پیوں گی نہیں جب تک تو اس سے ہٹ نہیں جاتا، میں اس حالت میں مرگئی تو لوگ تجھے طعنہ دیں گے تو نے ماں کو ماردیا، تم ماں کے قاتل ہو، ماں مسلسل اسی حالت میں دو دن رہی پھر حضرت سعد والدہ کے پاس گئے اور کہا اماں اگر تیرے پاس سو زندگیاں ہوتیں اور اسی طرح ایک ایک کر کے ختم کر دیتی میں پھر بھی دین اسلام کو نہ چھوڑتا۔ آخر ماں مایوس ہوگئی کہ بیٹا اپنے دین سے ہٹے گا نہیں، پھر کھانا پینا شروع کر دیا، اس موقع پر یہ آیہ نازل ہوئی۔

اگلی آیہ پاک میں پھر ایمانداروں کو ان کے اعمال صالحہ کی عظمت کو فرمایا کہ ہم انہیں صالحین کے زمرہ

میں شامل کریں گے۔ ''ومن الناس '' کے ارشاد سے ایک اور گروہ کا ذکر فرمایا گیا جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کسی تکلیف کے بغیر منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے لیکن ان پر کوئی مشکل آ پڑتی ہے تو اسلام سے رشتہ توڑ لیتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا گیا کہ ایسے لوگوں کو رحمت الٰہی سے محروم کر دیا جائے گا کہ وہ لوگوں سے تو ڈر گئے مگر اللہ کے غضب سے نہ ڈرے، جان بچانے کیلئے اسلام سے وفاداری ختم کر دی۔ فرمایا گیا ایسے لوگ زبانی طور پر اپنے ایمان کا اطلاق بھی کر دیں تو ان کا اعلان قابل اعتماد نہیں، کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سینوں کے علوم کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا اور منافقوں کو بھی۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور اللہ ایمان والوں کو ظاہر فرما دے گا اور منافقوں کو بھی ظاہر فرما دے گا (۱۱) اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کو اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کسی بھی چیز کو نہیں اُٹھا سکیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں (۱۲) اور وہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اور قیامت کے دن اُن سے ان کی افتراء کی ہوئی باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا (۱۳)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں تھا کہ اللہ تعالیٰ سارے جہان کے سینوں میں چھپے معاملات کو جانتا ہے اس آیہ پاک میں فرمایا جارہا ہے اللہ ایمانداروں کو بھی ظاہر فرمادے گا اور منافقین کو بھی۔ اُس کا علم تو محیط ہے ہی مگر قیامت کے دن مجرموں اور نیک لوگوں کو بھی واضح فرمادے گا اور لوگ دونوں گروہوں پر مطلع ہوجائیں گے کفار کی ایک بات بیان فرمائی گئی وہ ایمانداروں سے کہا کرتے، مسلمانوں تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد پھر لوگ جی اُٹھیں گے اور حساب کتاب ہوگا اول تو یہ بات عقل سے بہت دور ہے کہ فنا کے بعد پھر جی اُٹھیں اگر بالفرض یہ بات ہو بھی گئی تو فکر نہ کرو، پریشان نہ ہو تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم اُٹھالیں گے اور تم اس دین کو چھوڑ کر واپس اپنے باپ دادا کے دین پر آجاؤ۔ اس کا جواب فرمایا گیا ہے وہ لوگ ضرور اپنا بوجھ اُٹھائیں گے اور ان لوگوں کا بھی اُٹھائیں گے جنہیں گمراہ کیا، اس لئے کہ گمراہ ہونے میں گمراہ کرنے والوں کا بھی حصہ ہے۔ اس عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے جس نے لوگوں کو ہدایت کی اور لوگوں نے اس کی ہدایت قبول کرلی تو اس سارے عمل کا ثواب اس شخص کو بھی ملے گا اور ہدایت پانے والے کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اور لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر عمل کیا تو سب گمراہوں کی گمراہی کا بوجھ اس پر بھی ہوگا اور گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ جو لوگ گمراہ ہیں اور گمراہی پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں قیامت کے دن ایسے جھوٹوں کی جواب طلبی ہوگی۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَلَبِثَ
فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا
فَأَخَذَهُمُ ٱلطُّوفَانُ وَهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿١٤﴾
فَأَنجَيْنَٰهُ وَأَصْحَٰبَ ٱلسَّفِينَةِ وَجَعَلْنَٰهَآ
ءَايَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٥﴾ وَإِبْرَٰهِيمَ إِذْ قَالَ
لِقَوْمِهِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا
تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَ
تَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ
تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ
لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ
وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾
وَإِن تُكَذِّبُوا۟ فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن
قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ
ٱلْمُبِينُ ﴿١٨﴾

صدق الله العظيم

اور بے شک ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا وہ اُن میں ساڑھے نو سو سال رہے پس اُن لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا کہ وہ ظلم کرنے والے تھے (۱۴) پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور ہم نے اس کشتی کو جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا (۱۵) اور ابراہیم کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (۱۶) تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر صرف بتوں کی عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو بیشک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں سو تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱۷) اگر تم تکذیب کرو تو تم سے پہلے کتنی ہی اُمتیں تکذیب کر چکی ہیں اور رسول کے ذمہ صاف صاف پیغام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں (۱۸)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مشکلات ومصائب برداشت کرنے کا ذکر ہوا، اب ایک عظیم واقعہ کا ذکر کر کے انہیں مشکلات پر صبر کا درس دیا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے تم سے پہلے ہی بندگانِ خدا پر کئی قسم کے مصائب آئیں جو انہوں نے حوصلہ ہمت، استقامت سے برداشت کیں اس ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال گزارے، اس قدر طویل عرصہ میں وہ قوم کی طرف سے مصائب ومشکلات میں رہے مگر ان کی ثابت قدمی میں کبھی نقص نہ آیا اس قدر طویل عرصہ تک زیادتیاں برداشت کیں اور ہمت نہ ہاری۔

آپ کی زندگی کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ ایک سادہ سا مکان جھونپڑا ہے کسی نے عرض کی حضور مکان اچھا بنا لیا جائے تو فرمایا جس نے موت کا پیالہ پینا ہے اس کیلئے اتنا ہی کافی ہے، اس قدر طویل عرصہ ہدایت فرماتے رہے مگر قوم سرکش ثابت ہوئی تو آخر ان پر عذاب نازل ہوا اور انہیں غرق کر دیا گیا، نوح علیہ السلام کو آپ کے غریب ساتھیوں کو بچالیا گیا۔ آپ اور آپ کے کشتی والے لوگوں کو بچ جانا تمام جہان والوں کیلئے یہ کشتی ایک نشانی بنادی گئی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں یہ کشتی دیر تک تیرتی رہی وہ کسی جگہ پر نہ ٹھہری حتی کہ حرم پہنچی اور حرم کے گرد ایک ہفتہ تک گھومتی رہی بیت اللہ شریف کو اوپر اٹھالیا گیا اور وہ غرق ہونے سے بلند رہا۔ نوح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا، آپ نے قوم کو حکم دیا کہ رب کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کی بت پرستی کا رد فرمایا اور فرمایا تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کا شکر کرو تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے، آپ نے اپنی قوم سے فرمایا اگر تم جھٹلاؤ تو کوئی نئی بات نہیں تم سے پہلے بھی کتنی اُمتیں جھٹلا چکی ہیں۔ میرے ساتھ تمہارا رویہ کوئی تعجب نہیں پہلے رسولوں کو بھی ان کی قوموں نے پریشان کیا اگر تم نے بھی میرے ساتھ وہی رویہ اختیار کیا تو ڈرو کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٢٢﴾

صدق اللہ العظیم

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے شروع میں مخلوق کو پیدا کیا پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا بے شک یہ اللہ پر آسان ہے (۱۹) آپ کہئے کہ تم زمین میں سفر کرو پس غور کرو کہ کس طرح اللہ نے آغاز میں مخلوق کو پیدا کیا ہے پھر اللہ دوسری بارئی پیدائش کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۰) وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۲۱) اور تم زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لئے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار (۲۲)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اگر تم مجھے جھٹلا رہے ہو تو کوئی نئی بات نہیں، پہلی اُمتوں نے بھی ایسا کیا تھا، رسول کے ذمہ یہ ہے کہ وہ قوم کو حق بات پہنچا دے۔ اس آیہ پاک میں اُنہیں توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ سوچیں اور قیامت کے انکار پر رٹ نہ لگائیں کہ قیامت نہیں ہوگی، ابراہیم علیہ السلام سے یا حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ انہیں کہو زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ کائنات کے مختلف انداز، رنگ روپ کیسے ہیں اور یہ دیکھو کہ اللہ نے اس مخلوق کا آغاز کیسے کیا، غور سے سوچو، وہ اللہ اس کے فنا کے بعد پھر بھی پیدا کرنے پر قادر ہے اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے

جس پر چاہے رحم فرما دیتا ہے۔ آیہ پاک میں عذاب کا ذکر پہلے ہے رحمت کا بعد میں، چونکہ کفار کا ذکر ہو رہا ہے پہلے عذاب کا ذکر ہے اور مسلمان عذاب سے ڈر کر گناہوں سے باز آ جائیں۔

عذاب دینے کی کوئی صورتیں ہیں، رسوا کر دے اس کے دل کو حق کی راہ سے ہٹا دے کہ وہ خود گمراہی چاہتا ہے تو اُسے گمراہی پر چلا دیا جاتا ہے، موت کے بعد قبر کا عذاب بھی ہے جسے چاہے دے دے حشر کا عذاب بھی ہے، دوزخ میں ڈال دے ایسے ہی اس کے رحم فرمانے کی کئی صورتیں ہیں، عذاب قبر سے بچا لے، دوزخ سے نجات دے، جنت الفردوس نصیب فرمائے، دنیا میں عزت و وقار سے زندہ رکھے، دین اسلام کی اطاعت کی توفیق دے دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے اور رحمت سے نوازے۔

اپنی قدرت کا دوسرا پہلو اس طرح ارشاد فرمایا، کہ تم زمین و آسمان میں اُسے کسی طرح بھی عاجز نہیں کر سکتے کہ زمین و آسمان کے کسی گوشہ میں چھپ کر اس کی گرفت سے بچ سکو، اُنہیں یہ بھی بتا دیجئے تمہارے لئے اللہ کے بغیر نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار کہ تمہیں خدا کی گرفت سے بچا سکے نہ ان پر قانون نافذ ہونے سے روک سکے۔ تم جہاں بھی ہو گے پکڑے جاؤ گے اور اپنے رب کے سامنے حاضر کیئے جاؤ گے، یہی بات سورۃ الرحمٰن شریف میں بتائی گئی ہے جنوں اور انسانوں دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تم خدا کی خدائی سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور ملاقات کا انکار کیا وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں اور وہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے (۲۳) آپ کی قوم سے کوئی جواب نہ بن آیا سوا اس کے کہ انہوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

صدق اللہ العظیم

یا اسے جلا دو سو اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا بیشک اس واقعہ میں ایمان لانے والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۲۴) اور ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تم نے صرف دنیاوی زندگی کی باہمی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا (۲۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ منکرین اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کرسکیں گے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا، اس آیہ کریمہ میں ان کی ایک اور حالت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہوگئے ہیں، وہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قبول حق کی دعوت دی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کے بارہ میں سمجھایا ان کے پاس آپ کے دلائل کے جواب تو نہ تھے صرف ضد تھی سب لوگوں نے آپ سے نمٹنے کیلئے جو تجویز پاس کی وہ یہ تھی کہ ابراہیم کو قتل کردو یا جلا دو، چنانچہ انہوں نے ایندھن کے انبار لگا دیئے اور اُسے آگ لگا دی جب آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے تو آپ کو منجنیق کے ذریعہ آگ میں ڈالنے کا تہیہ کرلیا، دشمنوں کا خیال تھا کہ آگ سے ڈر کر اپنے دین سے بیزاری کا اعلان کردے گا مگر انہیں کیا پتہ تھا کہ استقامت کس قدر بڑی شے ہے، حق پر ڈٹا رہنا کتنا بڑا کمال ہے، ہوا یہ کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر آگ کو گلزار بنا دیا وہاں آگ کے انگارے نہیں تھے، پھولوں

کے کھارے تھے۔اس واقعہ میں یقین والوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں یہ واقعہ کئی چیزوں کی دلیل ہے اللہ کا قادر ہونا، ابراہیم علیہ السلام کا نبی ہونا، کفر کا باطل ہونا، اس لئے یہ ایک ہی دلیل متعدد دلائل کے قائم مقام ہوگی۔سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا کہ ہم نے آگ کو حکم دیا ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی والی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے منکرین! آج تم بتوں کی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ رہے ہو، قیامت کے دن تمہیں ایک دوسرے کا انکار کروگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے اور ایک دوسرے کو پہچانو گے بھی نہیں، شور برپا کروگے مگر تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا تمہیں بتوں کا انکار کروگے کہ یہ ہمارے معبود نہیں بت کہیں گے یہ ہمارے عبادت گزار نہیں ہم نے انہیں عبادت کیلئے نہیں کہا تھا۔سلسلہ کلام سے مترشح ہوتا ہے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات آگ سے بہ سلامت نکل آنے کے بعد فرمائی ہوگی (واللہ ورسولہ اعلم)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

سو لوط اُن پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہی بہت غلبے والا ہے بڑی حکمت والا ہے (۲۶) اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا اور ہم نے اس کو اس دنیا میں اجر دے دیا اور بے شک دنیا و آخرت میں نیکو کاروں میں ہے (۲۷) اور ہم نے لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا بیشک تم بے

أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا (۲۸) کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور راستے منقطع کرتے ہو اور تم اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی کا کام کرتے ہو تو اس کی قوم کا جواب صرف یہ تھا اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ (۲۹) لوط نے دعا کی اے میرے رب ! ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما (۳۰)

تفسیر

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے جب نمرود کی طرف سے بھڑکتے شعلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈال دئے گئے اور وہ آگ اُن پر اللہ نے گلزار کر دی، آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر لوط ان کی نبوت پر ایمان لے آئے اور حضرت سارہ اُن کی چچازاد بہن بھی یہ معجزہ دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں، لوط علیہ السلام اللہ کے نبی تھے توحید پر تو پہلے ایمان تھا، ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر آپ کی نبوت کو بھی مان لیا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کے حکم سے ہجرت کر رہا ہوں، آپ جب لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے شام کی طرف ہجرت کی، ابراہیم علیہ السلام پر انعامات کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ حضرت سارہ سے حضرت اسحاق دیئے، اسحاق کو حضرت یعقوب دیئے اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء انہیں کی نسل سے پیدا ہوئے۔ دوسرا انعام یہ فرمایا گیا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رکھ دی، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہمارے رسول کریم ﷺ آئے۔ اولاد میں کتاب کو رکھ دیا اس سے مراد توراۃ، زبور، انجیل اور

قرآن مقدس ہے تورات ان کی اولاد میں موسیٰ علیہ السلام پر، زبور داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مقدس ہمارے رسول پاک ﷺ پر۔ ہم نے ابراہیم کو دنیا میں اجر دیا کہ ظالموں سے نجات دی ان کی اولاد میں انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی آخرت میں اجر ملے گا۔

لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو تم سے پہلے جہان والوں میں کسی نے نہیں کی، آپ کی قوم عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت رانی کرتی تھی، راستے منقطع کرنے کا یہ معنی ہے کہ یہ قوم آنے جانے والوں سے بھی زبردستی یہ برائی کرتی جس کی وجہ سے لوگوں کا سفر کرنا مشکل ہو گیا اور لوگ گھروں میں بیٹھے رہنے میں عافیت سمجھتے تھے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ مسافروں کو لوٹتے تھے انہیں قتل کر دیتے تھے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت رانی میں افزائش نسل کا راستہ منقطع کر دیتے تھے، قوم کی ایک اور برائی کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اس بے حیائی کو برسر عام کرتے اور شرم محسوس نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کی برائیوں کی ایک فہرست بیان کی ہے، گالیاں دینا، ایک دوسرے کو پتھر مارنا، مردوں کا عورتوں جیسا لباس پہننا، قوم نے کہا لوط اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب لے آ پھر آپ نے عرض کی اے میرے رب اس فسادی قوم پر میری مدد فرما۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى
قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ
اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ
بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ
اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾
وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ
بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا
لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ
وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾

صدق الله العظيم

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے بتایا ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ اس بستی والے ظالم ہیں (۳۱) آپ نے کہا اس میں تو لوط بھی رہتا ہے انہوں نے کہا ہم جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں ہم اُسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے اس کی عورت کے سوا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں سے ہے (۳۲) اور جب ہمارے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو آپ ان کی آمد سے غمزدہ اور دل تنگ ہوئے انہوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں غم نہ کریں ہم تجھے اور تیرے خاندان کو نجات دینے والے ہیں، سوائے تیری بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (۳۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قوم لوط پر عذاب کا منظر بیان فرمایا گیا ہے وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت سارہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہونے کی خوش خبری لے کر آئے اور انہوں نے کہا اس بستی (سدوم) والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں یہ قوم کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی، فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس بستی میں لوط بھی ہیں، حضرت ابراہیم یہ جاننا چاہتے تھے کہ نزول

عذاب کے وقت اس بستی میں ہوں گے یا پہلے انہیں اس بستی سے نکال لیا جائے گا اس بستی والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہاں پیدا ہوئے تھے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل دوسرے علاقہ سے آ کر رہائش پذیر ہوئے تھے۔فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا ہمیں معلوم ہے اس پر کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی اس کو اور اس کے خاندان کو بچا لیا جائے گا لیکن اس کی بیوی کو نہیں بچایا جائے گا اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے ہاں خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بطور مہمان آ گئے تو حضرت لوط پریشان ہو گئے، فرشتوں نے کہا آپ پریشان نہ ہوں غم نہ کریں ہم آپ کو آپ کے گھر والوں کو عذاب سے بچانے والے ہیں مگر آپ کی بیوی وہ (عذاب میں) پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام اپنی قوم کے حالات سے واقف تھے اس لئے اُن کے آتے ہی آپ پریشان ہو گئے اگر انہیں ٹھہراؤں تو بدکردار قوم سے بچانا مشکل ہے نہ ٹھہراؤں تو بے مروتی ہے جسے شرافت گوارا نہیں کرتی۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس فسق کی وجہ سے جو یہ کرتے رہے (۳۴) اور ہم نے اس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں (۳۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل ہونے کا ذکر فرمایا گیا جو آسمان سے آیا اور یہ عذاب ان کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں تھا۔قرآن مقدس نے اس عذاب کو ایک مقام پر اس طرح ذکر فرمایا

ہے جب لوط علیہ السلام رات کے پچھلے پہر اپنے بال بچوں کو لے کر نکل گئے تو صبح ہوتے ہی یکا یک ایک زوردار دھماکا ہوا، قرآن مقدس نے سورۂ شعراء میں اس کا ذکر اس طرح فرمایا'' فاخذتهم الصيحة ---- ''ایک ہولناک زلزلہ نے انہیں برباد کر دیا اور تہہ و بالا کر کے رکھ دیا، ایک مقام پر اس عذاب کا ذکر اس طرح بھی فرمایا گیا ہے'' وامطرنا عليهم حجارة من سجيل ''ان پر پتھراؤ بھی کیا گیا، ایک طوفانی ہوا سے بھی ان پر پتھراؤ ہوا اور فرمایا ہم نے اس بستی سدوم کی ایک کھلی نشانی ان لوگوں کیلئے چھوڑ دی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں اس کھلی نشانی سے مراد بحیرہ مردار ہے جسے بحرِ لوط بھی کہا جاتا ہے، بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک ہولناک زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے اسی حصہ میں قوم لوط کا مرکزی شہر سدوم واقع تھا چنانچہ اہل مکہ سفر شام میں ان ویران مقامات کو دیکھتے تھے اور عقلمند اس سے فائدہ اٹھاتے تھے، ڈر کر ایمان لے آتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس نشانی سے مراد اُن کے تباہ شدہ مکانوں کے کھنڈرات ہیں، قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد ان پر برسائے گئے پتھر ہیں اور اس اُمت کے بعض متقدمین کو وہ پتھر ملے بھی تھے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو (۳۶) پس انہوں نے شعیب کو جھٹلایا تو انہیں ایک زلزلہ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے (۳۷) اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کیا

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۗ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

صدق اللہ العظیم

اور (اے مکہ والو) تم پر ان کی بستیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کیلئے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا دیا تھا سو اس نے ان کو سیدھی راہ پر چلنے سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھدار لوگ تھے (۳۸)

تفسیر

لوط علیہ السلام کی تبلیغ اور قوم کی سرکشی کے نتیجہ میں اس کی ہلاکت کے ذکر کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کے احکام سنائے اور فرمایا اس کی عبادت کرو، آخرت کو یاد کرو کہ وہ ہولناک دن ہے اس دن کی ہولناکی کا ذکر فرمایا ہر شخص خوف زدہ ہوگا بچے بوڑھے ہو جائیں گے ایسے اچھے کام کرو جو تمہیں اس دن پریشانیوں سے بچا سکیں۔ شعیب علیہ السلام کی قوم میں ناپ تول میں کمی کی بیماری خاصہ اثر کر چکی تھی، آپ نے قوم کو اس برے کام سے روکا آپ نے فرمایا زمین میں بغاوت نہ کرو ،فساد نہ پھیلاؤ جب قوم ناپ تول میں کمی کرنے سے باز نہ آئی تو ان پر شدید زلزلہ آیا جس سے اُن کے گھر برباد ہوگئے پورا شہر کھنڈرات میں بدل گیا اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے ہوئے تھے۔

اگلی آیہ پاک میں قوم عاد و ثمود کی بربادی کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کی بداعمالی کو شیطان نے انہیں اچھا کر کے دکھایا اور انہیں حق کی راہ سے ہٹایا حالانکہ وہ اچھے بھلے سمجھدار تھے مگر شیطان نے انہیں بہکا کر گمراہ کر دیا کہ وہ حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوئے حالانکہ واضح اور روشن دلائل کی وجہ سے انہوں نے حق کو پہچان لیا تھا عرب کے جن علاقوں میں عاد و ثمود آباد تھے، عرب واقف تھے۔ احقاف یمن حضر موت کے علاقوں میں آباد تھے۔ آیہ کے آخری فقرہ ''کانوا مستبصرین'' بتاتا ہے یہ لوگ جاہل نہ تھے دنیا کے معاملات کو اچھی

طرح چلا رہے تھے، انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے شیطان کی پیروی کی کہ شیطانی اتباع میں وہ لذت محسوس کرتے تھے اور انبیاء کا بتایا ہوا راستہ انہیں اچھا نہ لگتا تھا، بعض مفسرین نے کانوا مستبصرین کا معنی یہ کیا ہے کہ یہ لوگ آخرت کا حق ہونا سمجھتے تھے مگر دنیوی اغراض نے انہیں انکار پر مجبور کر رکھا تھا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝۳۹ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہلاک کر دیا اور بے شک ان کے پاس موسیٰ واضح نشانیاں لے کر آئے تھے پس انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت کرنے والے نہ تھے (۳۹) سو ہم نے ہر ایک کو اس کی سرکشی پر گرفت کی اُن میں سے بعض پر پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو ہولناک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان میں سے بعض کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے (۴۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں لوط علیہ السلام کی قوم کی بربادی کا ذکر ہوا ہے کہ اس قوم نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کی تبلیغ کو ٹھکرایا تھا، اس آیہ کریمہ میں قارون، فرعون اور ہامان کی بربادی کا ذکر ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزات دیکھے پھر ایمان نہ لائے، قارون فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر عامل مقرر

تھا اللہ نے بہت مال دیا متکبر ہو گیا اور اپنی ساری دولت کو اپنی عقل سوچ سے حاصل کرنے کا مدعی تھا موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود آپ سے حسد کرتا تھا کہ ان کو نبوت کیوں مل گئی، اپنے تکبر و حسد کی بناء پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون ملک مصر کا بادشاہ تھا مگر اقتدار کے نشہ میں خدائی کا دعویٰ کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کی تبلیغ کی مگر مسلسل منکر رہا، آخر کار اُسے اس کے پورے لشکر کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیا گیا، ہامان فرعون کا وزیر تھا اس کے ظلم و سرکشی میں اس کا معاون تھا ایسی دوستی اور ساتھ کے سبب اسے بھی برباد کر دیا گیا۔ ان آیات مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب کریم آپ پریشان نہ ہوں، ان کفار مکہ سے کہیں زیادہ سرکش، مغرور، متکبر لوگ انبیاء دشمنی پر برباد کر دیئے گئے۔ قارون، فرعون، ہامان کا حسد غرور موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکا، آپ کفار مکہ کی حاسدانہ کارروائیوں پر پریشان نہ ہوں، آخر کار یہی ناکام ہوں گے۔

آیہ مبارکہ میں چار قسم کے عذابوں کا ذکر ہوا ہے، آگ سے تپائی گئی کنکریوں سے برباد کئے گئے اس سے آگ کی طرف اشارہ ہے، چیخ کے عذاب سے ہلاک کئے گئے، اس میں آواز کی طرف اشارہ ہے، زمین میں دھنسا دینے کے عذاب کا ذکر ہے جس سے مٹی کی طرف اشارہ ہے۔ سمندر میں غرق کر دینے سے بربادی کا ذکر ہے، جس سے پانی کا اشارہ واضح ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار فرما رہا ہے جن چار عناصر سے بندے کو بنا رکھا ہے پانی، مٹی، آگ، ہوا۔ میں قادر ہوں انہیں چار عناصر سے برباد کر دوں، ان قوموں کو برباد ہونے میں ان کا اپنا کردار ظلم بغاوت ہے ہم نے ظلم نہیں کیا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور مددگار بنالئے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے جالوں کا گھر بنایا اور بے شک سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے کاش یہ لوگ جانتے (۴۱) بے شک یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے (۴۲) اور ہم لوگوں کیلئے ان مثالوں کو بیان کرتے ہیں اوران مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں (۴۳) اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا، بے شک اس میں مومنوں کیلئے ضرور نشانی ہے (۴۴)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مختلف قوموں کی بدعملی کا ذکر ہوا وہ خدائے ذوالجلال پر ایمان رکھتے تھے، نہ قیامت پر یقین تھا بتوں کو معبود بنا رکھا تھا، اخلاقی حالت نہایت گری ہوئی تھی زندگی کے ہر لمحہ میں بدعملی کو فروغ اپنا عمدہ کام سمجھتے تھے، ان کی نافرمانیوں کے سبب ہی ان پر عذاب آئے۔ اللہ کو چھوڑ کر بتوں پر بھروسہ ان کی مثال مکڑی کی سی ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں کہ کمزور ترین مکڑی کا گھر ہوتا ہے، سورج کی شعاعیں گزر جاتی ہیں تیز ہواؤں سے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے کسی آفت سے بچا نہیں سکتا بلکہ اس کو ثبات ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی کہ جس طرح آندھی مکڑی کے جالوں کو اُڑا کر لے جاتی ہے اس طرح کفار نے بتوں کی خاطر جو عمل کئے وہ بھی

قیامت کے دن ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ ثعلبی اور ابن عطیہ نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھو۔

بتوں پر بھروسہ کرنے والے بھی ایسے ہی ہیں جیسے وہ نادان جو مکڑی کے جالے پر اپنی اُمیدوں کے محلات تعمیر کرنا چاہتے ہیں فرمایا اللہ یقیناً جانتا ہے وہ اُسے چھوڑ کر کس شے کی پوجا کر رہے ہیں فرمایا یہ مثالیں ہیں جو ہم بیان کرتے ہیں اور انہیں اہل علم ہی سمجھتے ہیں اسی نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس میں ایمان والوں کیلئے نشانی ہے یعنی نظام کائنات حق پر قائم ہے جو بھی اِخلاص اور صاف ذہن کے ساتھ غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ زمین و آسمان تخیلات پر نہیں بلکہ حقیقت پر کھڑے ہیں یہ نظام کائنات شہادت دے رہا ہے کہ ایک خدا اس کا خالق ہے اور وہی مدبر ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ